قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (اٰل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعرات 15/ستمبر 2022ء | 18/صفر 1444 ہجری قمری | 15/تبوک 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:197

فرمانِ رسولؐ

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہمارے پاس تشریف لائے تو ایک آدمی کو دیکھا کہ پراگندہ حال اور بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ ہے، تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ: أَمَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يُسَكِّنُ بِهِ شَعْرَهُ کیا اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس سے یہ بال سنوار لے اور انہیں صاف رکھے۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک اور شخص کو دیکھا کہ اس کے کپڑے میلے کچیلے تھے، آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ: أَمَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَاءً يَغْسِلُ بِهِ ثَوْبَهُ کیا اسے پانی میسّر نہیں جس سے یہ اپنے کپڑے کو دھو سکے؟

(سنن ابی داؤد، اللباس، فی غسل الثوب وفی الخلقان)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

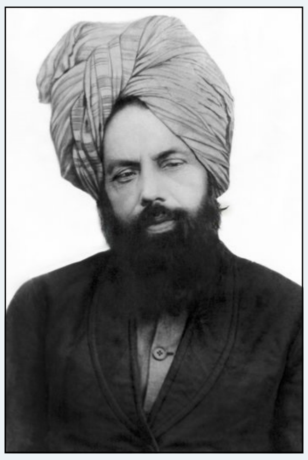

انسان کے دل میں خداتعالیٰ کے قرب کے حصول کا ایک درد ہونا چاہئے

خداتعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کی معرفت اور قرب حاصل کرے وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ (الذاریات:57) جو اس اصل غرض کو مدنظر نہیں رکھتا اور رات دن دنیا کے حصول کی فکر میں ڈوبا ہوا ہے کہ فلاں زمین خرید لوں، فلاں مکان بنالوں، فلاں جائیداد پر قبضہ ہو جاوے تو ایسے شخص سے سوائے اس کے کہ خداتعالیٰ کچھ دن مہلت دے کر واپس بلالے اور کیا سلوک کیا جاوے۔

انسان کے دل میں خداتعالیٰ کے قرب کے حصول کا ایک درد ہونا چاہئے جس کی وجہ سے اس کے نزدیک وہ ایک قابل قدر شے ہو جاوے گا... پس انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور تعلق بنائے رکھے۔سب عبادتوں کا مرکز دل ہے۔ اگر عبادت تو بجالاتا ہے مگر دل خدا کی طرف رجوع نہیں ہے تو عبادت کیا کام آوے گی۔ اب دیکھو ہزاروں مساجد ہیں مگر سوائے اس کے کہ ان میں رسمی عبادت ہو اور کیا ہے؟

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 222 ایڈیشن 1988ء)

ہماری جماعت کے لوگوں کو نمونہ بن کر دکھانا چاہئے

جو شخص ہماری جماعت میں ہو کر برا نمونہ دکھاتا ہے اور عملی یا اعتقادی کمزوری دکھاتا ہے تو وہ ظالم ہے کیونکہ وہ تمام جماعت کو بدنام کرتا ہے اور ہمیں بھی اعتراض کا نشانہ بناتا ہے۔ برے نمونے سے اوروں کو نفرت ہوتی ہے اور اچھے نمونہ سے لوگوں کو رغبت پیدا ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کے ہمارے پاس خط آتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ مَیں اگرچہ آپ کی جماعت میں ابھی داخل نہیں مگر آپ کی جماعت کے بعض لوگوں کے حالات سے البتہ اندازہ لگاتا ہوں کہ اس جماعت کی تعلیم ضرور نیکی پر مشتمل ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النحل:129) خداتعالیٰ بھی انسان کے اعمال کا روزنامچہ بناتا ہے۔ پس انسان کو بھی اپنے حالات کا ایک روزنامچہ تیار کرنا چاہئے اور اس میں غور کرنا چاہئے کہ نیکی میں کہاں تک آگے قدم رکھا ہے... انسان اگر خدا کو ماننے والا اور اسی پر کامل ایمان رکھنے والا ہو تو کبھی ضائع نہیں کیا جاتا بلکہ اُس ایک کی خاطر لاکھوں جانیں بچائی جاتی ہیں۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 455 ایڈیشن 1988ء)

ارشاد باری تعالیٰ

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ

(الاعراف:32)

ترجمہ: اے ابنائے آدم! ہر مسجد میں اپنی زینت (یعنی لباسِ تقویٰ) ساتھ لے جایا کرو۔

فرمان خلیفہ وقت

آج جو آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس انعام پر شکر گزاری کا اظہار کرنا ہے یا کر رہے ہیں تو اس کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ تقویٰ میں ترقی ہو اور ہماری عبادتیں اور ہمارے سب عمل خداتعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہوں اور یہی چیز خداتعالیٰ کو پسند ہے۔ جو آیت میں نے تلاوت کی ہے، اس میں خداتعالیٰ نے اس بات کی طرف راہنمائی فرمائی ہے کہ انسان کو تقویٰ کو ہر چیز پر مقدم رکھنا چاہئے۔

خداتعالیٰ نے یہاں لباس کی مثال دی ہے کہ لباس کی دو خصوصیات ہیں۔ پہلی یہ کہ لباس تمہاری کمزوریوں کو ڈھانکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ زینت کے طور پر ہے۔ کمزوریوں کے ڈھانکنے میں جسمانی نقائص اور کمزوریاں بھی ہیں، بعض لوگوں کے ایسے لباس ہوتے ہیں جس سے ان کے بعض نقص چھپ جاتے ہیں۔موسموں کی شدت کی وجہ سے جو انسان پر اثرات مرتب ہوتے ہیں ان سے بچاؤ بھی ہے اور پھر خوبصورت لباس اور اچھا لباس انسان کی شخصیت بھی اجاگر کرتا ہے۔ لیکن آج کل ان ملکوں میں خاص طور پر اس ملک میں بھی عموماً تو سارے یورپ میں ہی ہے لباس کے فیشن کو ان لوگوں نے اتنا بیہودہ اور لغو کر دیا ہے خاص طور پر عورتوں کے لباس کو کہ اس کے ذریعہ اپنا ننگ لوگوں پر ظاہر کرنا زینت سمجھا جاتا ہے اور گرمیوں میں تو یہ لباس بالکل ہی ننگا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لباس کے یہ دو مقاصد ہیں ان کو پورا کرو۔ اور پھر تقویٰ کے لباس کو بہترین قرار دے کر توجہ دلائی، اس طرف توجہ پھیری کہ ظاہری لباس تو ان دو مقاصد کے لئے ہیں۔ لیکن تقویٰ سے دور چلے جانے کی وجہ سے یہ مقصد بھی تم پورے نہیں کرتے اس لئے دنیاوی لباسوں کو اس لباس سے مشروط ہونا چاہئے جو خداتعالیٰ کو پسند ہے اور خداتعالیٰ کے نزدیک بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ یہاں لفظ رِیۡش استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی ہیں پرندوں کے پَر جنہوں نے انہیں ڈھانک کر خوبصورت بنایا ہوتا ہے۔ وہی پرندہ جو اپنے اوپر پروں کے ساتھ خوبصورت لگ رہا ہوتا ہے اس کے پَر نوچ دیں یا کسی بیماری کی وجہ سے وہ پَر جھڑ جائیں تو وہ پرندہ انتہائی کراہت انگیز لگتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 10/ اکتوبر 2008ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- یہ رنگ کیسا شفق میں سمویا، دیکھو تو (منظوم)
- الفضل آن لائن کی تو لاکھوں افراد تک رسائی ہوتی ہے
- حضرت حافظ عبدالعلیؓ۔ سرگودھا کا تعارف
- This Week with Huzoor
- شکر گزاری کی عادت، بے سکونی اور ڈپریشن سے بچاؤ
- عورتوں سے مصافحہ کرنا
- حکیم ضامن علی جلال لکھنوی
- میری پیاری خالہ جی صادقہ

دربارِ خلافت

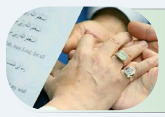

ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اعتدال کے ساتھ ہر کام ہو تو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اس سوچ کے ساتھ اس مسجد میں آئیں اور اُسے آباد رکھیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ عبادت کے جذبے سے صبح شام مسجد میں آنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں مہمان نوازی ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الاذان باب فضل من غدا الی المسجد و من راح حدیث 662)۔ اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ایک نماز سے دوسری نماز تک کا جو درمیانی فاصلہ ہے ایک مومن کے لئے اگر وہ خالص توجہ اللہ تعالیٰ کے لئے رکھتا ہے تو اسی طرح ہے جس طرح سرحد کی حفاظت کے انتظامات کر رہا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب فضل اسباغ الوضوء علی المکارہ حدیث 587)۔ شیطان سے حفاظت میں رہتا ہے۔ اور جب اگلی نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوتا ہے تو پھر لباسِ تقویٰ کے ساتھ جاتا ہے جو بہترین زینت ہے۔ پس اس مادی دنیا میں یہ معیار قائم کرنا ایک احمدی کی ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کو ہم میں سے ہر ایک کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور جب یہ حقیقت ہم سمجھ لیں گے، اپنی عبادتوں کی حفاظت کرنے والے ہوں گے، اس زینت کے ساتھ مسجدوں میں جائیں گے جو خدا تعالیٰ کو پسند ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو پہلے سے بڑھ کر ان شاء اللہ تعالیٰ حاصل کرتے چلے جائیں گے۔

اس دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ کہ کھاؤ اور پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، کیونکہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ کھانے پینے میں اعتدال ہونا چاہئے اور ہر قسم کی حلال اور طیب غذا کھانی چاہئے اور اُس میں بھی اعتدال ہو۔ کیونکہ غذا کا اثر بھی انسان کے خیالات اور جذبات پر ہوتا ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ ضرورت سے زیادہ کھانا انسان کو سست اور کاہل بنا دیتا ہے۔ رات کا کھانا زیادہ کھایا ہو تو ایسی گہری نیند آتی ہے کہ انسان صبح فجر کی نماز پہ نہیں اُٹھ سکتا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے اور یہ تو دوسری جگہ قرآنِ شریف میں بھی ہے کہ غیر مومنوں کی نشانی ہے کہ وہ کھانے پینے کی طرف ہی دھیان رکھتے ہیں، جس طرح صرف جانوروں کا یہ کام ہے کہ کھانا اور پینا اُن کا مقصد ہو، جبکہ مومن کا مقصد بہت بالا ہے۔ اور یہ مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام حلال اور طیب چیزیں انسان کے فائدے کے لئے بنائی ہیں لیکن دنیا کا حصول مقصد نہیں ہونا چاہئے۔ ان سے فائدہ ضرور اُٹھائے لیکن یہی مقصد نہ ہو۔ بلکہ خدا کی رضا کا حصول مقصد ہو اور یہ اُسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ دنیاوی فائدوں کے حصول کے لئے اسراف نہ کیا جائے، ضرورت سے زیادہ اُن کو سر پر سوار نہ کیا جائے، اُن کو عبادتوں میں روک نہ بننے دیا جائے۔ اگر یہ دنیاوی اَکل و شرب، کھانا پینا عبادتوں میں روک بن جائے، دنیاوی لذات عبادت پر غالب آ جائیں تو ایسے اسراف کو خدا تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔

پس ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اعتدال کے ساتھ ہر کام ہو تو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ دنیا کمانے سے خدا تعالیٰ نے نہیں روکا، بلکہ اس بات پر توجہ دلائی ہے کہ مومنین کو اپنے کام کرنے چاہئیں اور پوری توجہ سے کرنے چاہئیں اور وہاں بھی انصاف کرنا چاہئے۔ لیکن اگر دنیا کمانا دین کو بھلانے کا باعث بن جائے، نمازوں کی طرف سے توجہ ہٹانے کا باعث بن جائے تو یہ بات پھر انسان کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے محروم کر دیتی ہے۔ خدا تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو ایسے اسراف سے بچائے جو خدا تعالیٰ سے دُور کرے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جماعت کی اکثریت ان ذمہ داریوں کو سمجھنے والی ہے اور جیسا کہ میں نے مالی قربانی کے ذکر میں بتایا تھا، کہ بڑھ چڑھ کر قربانی کرنے والی ہے۔ اور مالی قربانی کی روح کو سمجھنے والی ہے۔ صرف اپنی ذات پر ہی خرچ نہیں کرتے۔ لیکن جیسا کہ مَیں کئی مرتبہ اس فکر کا اظہار کر چکا ہوں کہ مسجدوں کی آبادی کی طرف بھی اسی جذبے سے مستقل توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا یہ مسجد جو آپ نے بنائی ہے بڑی خوبصورت ہے۔ منارہ ہے، گنبد بھی ہے، باہر سے بہت خوبصورت لگتے ہیں۔ مسجد کا جو مسقّف حصہ ہے، covered area ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی بڑا ہے۔ اور ہال کا بھی مَیں پہلے ذکر کر چکا ہوں، یہاں ہال بھی ہے۔ پہلا، پرانا ہال ہے، اس کو بھی رینوویٹ (renovate) کر کے بڑا خوبصورت بنا دیا ہے۔۔۔ میری دعا ہے کہ یہ تعداد بڑھے اور مقامی لوگوں سے یہ مسجد بھر جائے اور تھوڑی پڑ جائے۔ لیکن ہماری حقیقی خوشی اُس وقت ہو گی جب پاکستان سے آنے والے احمدیوں سے نہیں بلکہ مقامی باشندوں سے یہ مسجد بھرے اور نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ لیکن یہ خواہش اور یہ کام تبلیغ کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔ پس تبلیغ کی کوشش اور اس کے لئے دعا کو بڑھائیں۔ کوشش بھی بڑھنی چاہئے اور دعا کی طرف توجہ بھی ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ مسجد جلد چھوٹی پڑ جائے اور مزید مسجدیں بنتی چلی جائیں۔

(خطبہ جمعہ 25/ اکتوبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

یہ رنگ کیسا شفق میں سمویا، دیکھو تو

یہ رنگ کیسا شفق میں سمویا، دیکھو تو
یہ لعل کیسا دھنک میں پرویا، دیکھو تو

یہ رنگ، رنگِ گلِ تر حسین ابنِ علی
یہ لعل، لعلِ بدخشاں حسین ابنِ علی

یہ رنگ درد کی سوغات ساتھ لایا ہے
لُٹی لُٹی ہُوئی اِک کائنات لایا ہے

وہ کائنات سمت آئی کربلا میں آج
کہ بولتا ہے لہو اس کی ہر ادا میں آج

لہو جو اصغر بے شِیر کے گُلو میں ہے
لہو جو سجدۂ شبّیر کے وضو میں ہے

عبد الشکور۔ اوہائیو، امریکہ

دعا کا تحفہ

مکذّبین کے استہزاء کے مقابل پر مومن بندگان خدا کی دعا

کفّار اور اللہ تعالیٰ کی آیات جھٹلانے والے جب روزِ قیامت اقرار جرم کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دور ہو جاؤ اور مجھ سے کوئی کلام نہ کرو کیونکہ تم میرے ان مومن بندوں کو ہنسی اور ٹھٹھے کا نشانہ بناتے تھے جو یہ دعائیں پڑھتے تھے ان کے صبر کی وجہ سے آج میں نے ان کو بہت جزاء دی ہے۔

رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ ﴿۱۱۰﴾

(المؤمنون: 110)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں سو تو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب رحم کرنیوالوں میں سے اچھا ہے۔

(قرآنی دعائیں از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 42)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

اداریہ

الفضل آن لائن کی تو لاکھوں افراد تک رسائی ہوتی ہے

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)

حضرت مصلح موعودؓ کے بابرکت ہاتھوں سے لگا ہوا پودا روزنامہ الفضل اور انہی کی ہدایات کے مطابق پروان چڑھا ہوا جب اپنے ایک صدی کے کامیاب سفر کو طے کرتے ہوئے خلافت کی آواز کو جماعت کے کونے کونے تک پہنچا کر ترقی پر ترقی کرتا چلا جا رہا تھا تو غیروں کو اس کی یہ کامیابی ایک آنکھ نہ بھائی اور روزنامہ الفضل ربوہ 2016ء کو بعض جبری پابندیوں کا شکار ہوگیا۔ دشمن کو کیا معلوم تھا کہ ان کی طرف سے لگائی جانے والی یہ قدغن الفضل کے لیے اللہ تعالیٰ کا فضل ثابت ہوگی اور یہ زمین سے نکل کر آسمان کی وسعتوں پہ چھا جائے گا۔ چنانچہ خلافت خامسہ میں الفضل کی تاریخی ترقی کا نیا دور شروع ہوا۔ اسے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 13 دسمبر 2019ء کو اس کی ویب سائٹ کا اپنے دست مبارک سے افتتاح کر کے آن لائن جاری فرمایا۔ جو اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی تیزی کے ساتھ دنیا بھر کی فضاؤں کو اپنے پھولوں کی خوشبو سے مہکا رہا ہے اور اس کے گلدستہ میں لگے مختلف رنگا رنگ اور خوشبوؤں سے لبریز پھولوں کی بھینی بھینی اور دلآویز خوشبو سے دنیا کا چہار سو معطر ہو رہا ہے۔

خاکسار کو بحیثیت ایڈیٹر الفضل آن لائن، اس کی اشاعت، تشہیر اور پروموشن کی جو رپورٹس دنیا بھر سے موصول ہوتی ہیں۔ ان میں مجھے دنیا کا کوئی خطہ ایسا نظر نہیں آتا جہاں الفضل آن لائن اپنی خوشبو نہ بکھیر رہا ہو۔ حتیٰ کہ دنیا کا کنارہ فجی ہی کیوں نہ ہو، وہاں درس میں الفضل کے پہلے صفحہ سے مسجد میں موجود احمدی احباب محظوظ ہو رہے ہوتے ہیں، اور اسپیکر کے ذریعہ اسلام احمدیت کی تبلیغ الفضل کے پہلے صفحہ سے ہو رہی ہوتی ہے۔ رشیا کی وہ سابقہ ریاستیں جن کی اپنی اپنی بولی اور زبانیں ہیں وہاں کے مبلغین کرام اور نمائندگان الفضل اس کے پہلے صفحہ یا کسی اہم حصہ کو اپنی لوکل زبانوں میں ترجمہ کر کے جماعتی اور ذاتی ویب پر لگاتے ہیں جن سے ہزاروں افراد مستفید ہوتے ہیں۔ پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے دنیا بھر کے تمام ممالک میں مقرر کردہ نمائندگان اپنی اپنی

بساط اور طاقت کے مطابق روزانہ کی بنیاد پر ہزاروں کی تعداد میں الفضل کی تیار کردہ پوسٹ اور لنک کو اپنے حلقہ احباب میں شیئر کرتے، اپنے موبائل کے اسٹیٹس پر لگاتے، فیس بک، انسٹاگرام اور ٹویٹر کے اکاؤنٹس سے الفضل کی تشہیر کرتے ہیں۔ جن سے لاکھوں لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور مرکزی ویب سائٹ پر رابطہ کر کے اپنے جذبات کو ریکارڈ کرواتے ہیں۔

چونکہ COVID19 کے دوران بہت سے گھروں میں فیملی کلاسز میں الفضل درس کے طور پر پڑھا جاتا رہا۔ گھروں میں جمعہ کے روز خطبہ کے طور پر کچھ حصہ اس اخبار کا پڑھا جاتا رہا۔ اس طرح ایک دفعہ ایک گھر میں والد نے الفضل آن لائن سے کوئی ایمان افروز واقعہ پڑھ کر سنایا اور اپنے بچوں کو اس میں موجود سبق جیسا بننے کی تلقین کی۔ اگلے روز اس گھرانہ کے 7 سالہ بچے نے اپنے اسکول کی اسمبلی میں میڈم سے یہ کہہ کر وہ واقعہ سنایا کہ ہمارے اخبار الفضل میں ایک دلچسپ واقعہ آیا ہے وہ میں سنانا چاہتا ہوں، الغرض اس جیسے بے شمار واقعات اور بھی ہیں جو اگر جمع کیے جائیں تو ایک کتاب بن جائے گی۔ قارئین کے جذبات کی ایک جھلک ہر ماہ مجموعی طور پر الفضل کا حصہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جا سکے۔

یہ تمام تمہید خاکسار نے آپ کے لیے اس لیے باندھی ہے تا کہ اپنے خدا کا شکر ادا کیا جا سکے۔ پاکستان میں نام نہاد مولویوں کے اکسانے پر حکومت نے 9300 کی تعداد میں طبع ہونے والے الفضل پر پابندی لگا دی۔ اور آج اڑھائی سال کے قلیل عرصہ میں جو قوموں کی تاریخ میں آنکھ جھپکنے کے برابر بھی نہیں ہوتا۔ ہاف ملین تک یہ اخبار دنیا بھر میں پڑھا، سنا جاتا ہے، اور اپنوں اور غیروں میں جہاں اسلام احمدیت اور خلافت کا پیغام پہنچا رہا ہے وہاں تعلیم و تربیت کا بھی باعث بن رہا ہے۔ ایک ہی گھر کے ہر موبائل فون اور دیگر Gadgets پر موجود ہوتا ہے۔ اور واٹس ایپ، اسٹیٹس، فیس بک، انسٹاگرام اور ٹویٹر وغیرہ کی زینت بنا نظر آتا ہے۔ جتنی تعداد میں حکومت پاکستان نے اس اخبار کی اشاعت پر پابندی لگائی اور ملاؤں نے اپنے زعم میں سمجھا کہ بس اب ان کی جیت ہوگئی ہے۔ اللہ کی شان دیکھیں آج اس تعداد سے کہیں زیادہ غیر از جماعت دوستوں کے علاوہ احمدیہ کے اس آرگن کو پڑھنے اور مستفیض ہونے کی ہمیں رپورٹس مل رہی ہیں۔ اور جہاں تک مداحوں کا تعلق ہے تو وہ تعداد بھی ہزاروں میں ہے۔ بعض اس کو خدا تعالیٰ کا فضل سمجھتے ہیں جو روزانہ الفضل کی صورت میں ان کے گھروں میں آتا ہے۔ بعض اسے دینی غذا سمجھ کر اپنے اندر اتار کر روحانی تقویت کا موجب بناتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس غذا کے بغیر زندہ نہیں رہا جا سکتا۔

ہمارے لیے تو سب سے مبارک اور قابل التفات الفاظ اپنے آقا و مولیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہیں۔ اس سے بڑھ کر قابل قبول اور مبارک سند کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اپنے آقا کی ایک پیار کی نظر ہی ہمارے لیے کافی سے زیادہ ہے اور ہماری محنت کا شیریں پھل ہے لیکن جو مبارک اور تاریخی الفاظ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الفضل آن لائن کو عطا ہوئے ہیں وہ خوش قسمتی نہیں تو اور کیا ہے۔

اب ہم اپنے قارئین کے صبر کا زیادہ امتحان نہیں لیتے اس کی کسی قدر تفصیل بتا دیتے ہیں۔

ایک دوست نے حضور انور سے اپنے ایک تحقیقی مضمون کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر کتابی صورت میں شائع کروانے کی درخواست کی تو حضور نے ان کو یہ تحریری پیغام بھجوایا۔

”یہ مضمون الفضل میں دے دیں۔ الفضل آن لائن کی تو لاکھوں افراد تک رسائی ہوتی ہے، جبکہ اگر کتاب چھپوائی بھی جائے تو زیادہ سے زیادہ دو یا تین ہزار افراد تک پہنچ سکتی ہے۔“

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ انگلستان کے دوسرے روز اپنے خطاب میں روزنامہ الفضل آن لائن لندن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”روزنامہ الفضل آن لائن شائع ہو رہا ہے یہاں سے۔ انسٹاگرام اور ٹویٹر اور فیس بک کے ذریعہ سے۔ اس کی بھی کہتے ہیں فیس بک اسٹیٹس اور پی ڈی ایف کے ذریعے چار لاکھ سے زائد تک کی پہنچ چکی ہے قارئین کی تعداد“

الحمد للّٰہ علی ذلک۔ اس لیے ہمارے دل شکر کے جذبات سے لبریز ہیں۔ جس نے ہماری حقیر سی کاوشوں کو قبول فرماتے ہوئے۔ الفضل کے آن لائن ہونے کے بعد اس قلیل عرصہ میں الفضل کی تعداد لاکھوں تک پہنچائی۔ ہمارا ٹارگٹ حضرت مصلح موعودؓ کا یہ ارشاد ہے۔ جس کے لیے سعی کی بھی ضرورت ہے اور دعاؤں کی بھی۔ اللہ تعالیٰ اس ہدف کو بھی ہمارے لیے آسان کر دے۔ تا بانی الفضلؓ کی روح خوش ہو۔ آمین

حضرت مصلح موعودؓ نے الفضل کے پہلے پرچہ میں اخبار کے مقاصد تحریر فرماتے ہوئے یہ دعائیہ فقرے بھی تحریر فرمائے کہ

اے میرے مولا...... لوگوں کے دلوں میں الہام کر کہ وہ الفضل سے فائدہ اٹھائیں اور اس کے فیض لاکھوں نہیں کروڑوں پر وسیع کر اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی اسے مفید بنا۔ اس کے سبب سے بہت سی جانوں کو ہدایت ہو۔

(الفضل 19جون 1913ء صفحہ3)

(ابو سعید)

بقیہ: حضرت حافظ عبدالعلیؓ...... از صفحہ 4

آپ بفضلہ تعالیٰ موصی (وصیت نمبر 6374) تھے۔ آپ نے 18 نومبر 1948ء کو وفات پائی اخبار الفضل نے لکھا:

”یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر اکبر حضرت حافظ عبد العلی صاحب بی اے ایل بی مورخہ 18 نومبر 1948ء بروز جمعرات اس دار فانی سے رحلت فرماگئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابہ میں سے تھے۔ احباب بلندی درجات کے لیے دعا فرمائیں۔“

(الفضل 23 نومبر 1948ء صفحہ 3)

آپ کی اہلیہ کا نام حضرت دولت بی بی صاحبہ تھا، انہوں نے 1903ء میں بیعت کی۔ (الفضل 16 جون 1943ء صفحہ 7) ان کی وفات 24 دسمبر 1949ء کو ہوئی، آپ کے بیٹے مکرم عبد المالک صاحب نے اعلان وفات دیتے ہوئے لکھا: ”میری والدہ (زوجہ حضرت حافظ عبد العلی صاحب مرحوم) 24 دسمبر کو نہایت مختصر سی علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہتی ہوئی اپنے مولائے حقیقی سے جا ملیں، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ احباب دعائے مغفرت فرما کر مشکور فرمائیں۔“

(الفضل 17 جنوری 1950ء صفحہ 2)

آپ کی اولاد میں:

1. غلام فاطمہ صاحبہ (وفات: 9 دسمبر 1968ء) اہلیہ مخدوم بشیر احمد صاحب
2. غلام حفصہ صاحبہ اہلیہ چوہدری نذیر احمد صاحب
3. روشن بخت صاحبہ اہلیہ غلام احمد صاحب ضلعدار
4. چوہدری عبد المالک صاحب
5. مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری علی اکبر صاحب سابق نائب ناظر تعلیم
6. زیب النساء بیگم صاحبہ (وفات: 8 ستمبر 2002ء) اہلیہ ڈاکٹر محمد سعید صاحب سرگودھا

(نوٹ: آپ کی تصویر آپ کی نواسی محترمہ فرخ دلدار صاحبہ اہلیہ کرنل دلدار احمد صاحب ٹورانٹو، کینیڈا نے مہیا کی ہے، فجزاھا اللہ احسن الجزاء)

غلام مصباح بلوچ۔ استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا

حضرت حافظ عبد العلیؓ۔ سرگودھا

حضرت حافظ عبد العلی رضی اللہ عنہ ولد حضرت مولوی نظام الدین رضی اللہ قوم جٹ رانجھا پیشہ زمینداری موضع ادرحمہ ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ آپ اندازاً 1874ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان میں احمدیت کی توفیق سب سے پہلے آپ کے چچا حضرت مولوی شیر محمد رضی اللہ عنہ آف ہجن یکے از 313 صحابہ (بیعت: 7/ستمبر 1889ء۔ وفات: 1904ء) کو نصیب ہوئی، جس کے بعد آپ کا گھرانہ بھی داخل احمدیت ہوگیا۔ آپ کے والد حضرت مولوی نظام الدین صاحبؓ اور والدہ حضرت گوہر بی بی صاحبہؓ بھی اصحاب احمد میں سے تھے۔ اسی طرح چھوٹے بھائی حضرت مولوی شیر علی رضی اللہ عنہ بھی سلسلہ احمدیہ کے ایک درخشندہ گوہر تھے۔

حضرت حافظ عبد العلی رضی اللہ عنہ نے بفضلہٖ تعالیٰ ابتدائی عمر میں قرآن کریم حفظ کرنے کی توفیق پائی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد مزید تعلیم کے لیے علی گڑھ یونیورسٹی میں چلے گئے جس کے بعد لاہور سے وکالت کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے مئی 1893ء میں برموقع مباحثہ مابین حضرت مسیح موعود علیہ السلام و عبد اللہ آتھم بمقام امرتسر بیعت کی توفیق پائی۔ بیعت کے چند دن بعد علی گڑھ ایف اے میں داخلے کے لیے چلے گئے۔ (الحکم 28/جنوری 1943ء صفحہ 8۔ رجسٹر روایات صحابہ نمبر 3 صفحہ 144) آپ اپنی بیان کردہ روایات میں فرماتے ہیں:

’’مباحثہ مذکورہ میں عاجز بھی شامل تھا۔ حضور کو اپنے دعاوی کے اثبات میں قرآن شریف کی آیات از بر یاد تھیں۔ پوری یاد تھیں۔ عاجز اور ایک اور حافظ کا یہ کام تھا کہ حضور کو سیپارہ، سورۃ اور رکوع کا پتہ عرض کر دیں۔ غالباً قرآن شریف کھول کر وہ جگہ نکال کر پیش کر دیتے۔ عاجز چند دن کے بعد علی گڑھ ایف۔ اے میں داخل ہونے کے لئے چلا گیا۔

ڈاکٹر مارٹن کلارک والے مقدمہ اقدام قتل میں ایک دفعہ حضور کپتان ڈگلس کے سامنے بمقام بٹالہ پیش تھے۔ ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا۔ حضور نے نماز پڑھنے کے لئے عدالت سے اجازت چاہی۔ عدالت نے اجازت دے دی۔ حضور بڑے خوش ہوئے اور فرمایا کہ عرصہ (غالباً بیس سال فرمایا) ہوا۔ مجھے ایک خواب آئی تھی کہ میں ایک بادشاہ یا حاکم کے روبرو پیش ہوں۔ نماز کا وقت آ گیا۔ میں نے اس سے نماز کی اجازت چاہی۔ اس نے مجھے اجازت دے دی۔ آج وہ خواب میری پوری ہوئی۔ میں اس وقت موجود تھا۔ جب آپ نے یہ ارشاد فرمایا۔

اسی مقدمہ کے دوران میں آپ گورداسپورہ بمع خدام تشریف رکھتے تھے علی احمد صاحب وکیل کی کوٹھی پر۔ آپ کے اردگرد بہت خدام بیٹھتے۔ آپ خلوت کو بہت پسند فرماتے۔ چھوٹی سی کوٹھی تھی۔ آپ خلوت کے حصول کے لئے چھوٹے کمروں میں تشریف لے جاتے۔

اسی مقدمہ میں ’’مارٹینو‘‘ (Martinow) مجسٹریٹ ضلع امرتسر نے آپ کے نام وارنٹ گرفتاری جاری کئے۔ اسی اثناء میں وہ مقدمہ عدالت ضلع گورداسپورہ میں قانونی بنا پر تبدیل ہوگیا۔ وارنٹ گرفتاری منسوخ ہوگئے۔ معمولی اطلاع نامہ کے ذریعہ اطلاع یابی ہوئی۔ آپ کو حالات معلوم ہوئے۔ آپ فرماتے کہ ’’راہ خدا میں ہم ہتھکڑی کو سونے کا کنگن خیال کرتے اور خوش ہوتے اور خوشی سے پہنتے‘‘۔ یہ ارشادات آپ نے نچلے گول کمرے میں فرمائے۔

آپ شام کا کھانا بمعہ خدام چھوٹی مسجد کے چھت پر تناول فرماتے۔ میں بھی کئی دفعہ پاس بیٹھنے کا شرف حاصل کرتا آپ تھوڑا سا کھانا کھاتے۔ ایک دفعہ موسم گرما میں ظہر سے پہلے تخلیہ میں چھوٹی مسجد میں حضور نے مجھ سے ایک کتاب (انگریزی) سنی۔ چند دن کے لئے ایسا ہوا۔ یہ کتاب کسی یہودی نے عیسائیت کے رد میں لکھی تھی۔ یہ غالباً 98ء کی بات ہے۔

آپ نہایت اعلیٰ اخلاق رکھتے تھے۔ ایک دفعہ بعد از نماز صبح سیر کے لئے باہر تشریف لائے۔ مرزا نظام الدین صاحب کے مکان کے بڑے دروازے کے سامنے ایک چبوترہ تھا۔ وہاں آپ کا ایک غریب اور عاجز سا خادم بیٹھا ہوا تھا۔ نہایت معمولی اس کی پوشاک اور حالت تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ بخار کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا۔ حضور! بخار فلاں وقت ہوجاتا ہے۔ آپ خود اندر تشریف لے گئے۔ ایک گلاس دودھ اور ایک گولی کونین لے آئے اور اسے دونوں چیزیں استعمال کے لئے دے دیں۔

آپ کا اسوۂ حسنہ یہ تھا۔ ’’اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ‘‘ آپ مرزا نظام الدین وغیرہ سے اس لئے قطع تعلق رکھتے تھے کہ ان کا خدا کے ساتھ تعلق نہ تھا۔

میں بوقت خطبہ الہامیہ موجود تھا۔ حضور کی آواز اس وقت بدلی ہوئی تھی۔ ضلع سیالکوٹ کا ایک سید ملہم (خادم حضور) میرے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ فرشتے بھی سننے کے لئے موجود ہیں۔

ضلع شاہ پور سے ایک سکھ بمعہ اپنے لڑکے کے ’’مٹھ ٹوانہ‘‘ موضع سے آیا۔ اس کے لڑکے کو غالباً تپ دق تھا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب سے دوا کرانے آیا تھا۔ اس کا باپ دعا کے لئے حاضر ہوتا تھا۔ آپ دعا فرماتے۔ آپ کو الہاماً ایک نسخہ معلوم ہوا۔ جو اس پر معرفت حضرت مولوی صاحب استعمال ہوا اور وہ لڑکا شفایاب ہوگیا۔ وہ نسخہ اب تپ دق کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔‘‘

(رجسٹر روایات صحابہ جلد 3 صفحہ 144-147)

یہی روایات الفضل 24/جون 1942ء صفحہ 3 پر شائع شدہ ہیں۔

آپ بفضلہٖ تعالیٰ 313 کبار صحابہ میں بھی شامل ہیں آپ کا نام اس فہرست میں 140 نمبر پر موجود ہے۔ آپ نے کچھ عرصہ حیدرآباد دکن میں بھی وکالت کی۔ 1928ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جلسہ سیرت النبیؐ کا آغاز فرمایا تو آپ نے بھی آنحضرت ﷺ کے اخلاق مبارکہ کی اشاعت کے لیے سیرت رسولؐ پر انعامی مضامین کا مقابلہ کرایا چنانچہ آپ کی طرف سے اخبار الفضل میں یوں اعلان شائع شدہ ہے:

تین انعام نقد

پچاس روپے! پچیس روپے! دس روپے!

پہلا انعام اس غیر مسلم بھائی یا بہن کو دیا جائے گا جو حضرت رسول عربی محمد مصطفیٰ ﷺ کے: 1۔ پاک حالات زندگی 2۔ بنی نوع انسان پر احسانات 3۔ مخلوق خدا کے لیے بے نظیر قربانیاں۔ پر بہترین مضمون لکھ کر ہندوستان کے کسی مقام پر جلسہ منعقدہ 20/جون میں سنائے، جس کی تصدیق مقامی جماعت احمدیہ کے امیر کریں اور اس مضمون کی نسبت حضرت خلیفۃ المسیح قادیان اپنے درجہ کے مضامین میں سب سے بہتر ہونے کی تصدیق فرمائیں۔ یہ مضمون کم از کم 16 صفحہ فل سکیپ کاغذ پر ہو۔

دوسرا انعام اس مسلمان بہن کو جو عنوانات بالا پر کم از کم 16 صفحے کا مضمون 20/جون کے زنانہ جلسہ کے لیے قادیان بذریعہ رجسٹری حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں بھیج دے یا اس جلسہ میں خود سنائے۔ بشرط تصدیق حضرت خلیفۃ المسیح دیا جائے گا۔

تیسرا انعام تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے کسی طالب علم کو جو کم از کم 12 صفحے کا مضمون مذکورہ بالا عنوانات پر لکھ کر جلسہ 20/جون میں سنائے۔ بشرط تصدیق حضرت خلیفۃ المسیح انعام دیا جائے گا۔

خاکسار حافظ عبد العلی۔ وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد دکن عقب کتب خانہ سرکاری۔

(الفضل 31/جنوری 1928ء صفحہ 1)

بعد ازاں آپ بلاک نمبر 9 سرگودھا شہر میں رہائش پذیر ہوگئے۔ حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’..... سرگودھا شہر میں بھی میں بار ہا گیا۔ وہاں کے امیر حضرت حافظ مولوی عبد العلی صاحبؓ بی اے ایل ایل بی پلیڈر برادر حضرت مولانا شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ وارضاہ تھے۔ سرگودھا میں علاوہ درس و تدریس کے حضرت حافظ صاحب سے علمی و روحانی مذاکرہ اور مجالست کا بھی موقع ملتا۔ حافظ صاحب اکثر یہ فرمایا کرتے کہ مجھے کوئی ایسی نصیحت یا کلام سنائیں جس سے روحانیت اور قرب الٰہی میسر آئے اور وہ بات مختصر اور مطلب خیز ہو۔ حافظ صاحب کی اس فرمائش پر میں نے ان کی خدمت میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ شعر پیش کیا کہ

حریصِ غربت و عجزم ازاں روزے کہ دانستم
کہ جا در خاطرش باشد دلِ مجروح غربت را

یعنی میں اسی روز سے غربت اور عجز کا حریص رہتا ہوں جب سے مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ اس جانِ جہاں اور محبوب ازل کے دل میں ایسے ہی دردمند عاشق کے لئے جگہ ہے جس کا دل غربت ومسکینی سے مجروح ہو چکا ہو۔

حافظ صاحب اس شعر کو سن کر بہت خوش ہوئے اور جب کبھی بھی اس کے بعد میرے ساتھ ان کی ملاقات ہوتی تو اس شعر کا اور اس کے مطالب کا ضرور شوق کے ساتھ ذکر فرماتے اور اس کو بار بار پڑھتے اور روحانیت کے حصول کے لئے بہت ہی مفید نسخہ قرار دیتے اور اکثر فرماتے کہ یہ شعر تصوف کی جان ہے۔‘‘

(حیات قدسی صفحہ 185-186)

بقیہ صفحہ 3 پر

ٹرانسکرپشن و کمپوزنگ:ابو اثمار اٹھوال

This Week with Huzoor

17 جون 2022ء

گزشتہ اتوار (مورخہ 12 جون 2022ء) آسٹریلیا کے خدام جو وکٹوریا ریجن سے تعلق رکھتے ہیں، انہیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ورچوئل ملاقات کا شرف نصیب ہوا۔ایک منظور شدہ پروگرام کے بعد، جو خدام میلبورن کے بانجول پیلس کانفرس سینٹر میں جمع تھے۔ان خدام نے مختلف سوالات کے ذریعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے رہنمائی حاصل کی۔جس کی تفصیل ذیل میں ہے۔

سوال:(میرا نام جونئیر ہے اور میں نے اپنا مسلمان نام جنید اپنایا ہے)پیارے حضور کئی نو مبائع ایسے ہیں جو مختلف ثقافتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔جن کا وجود ہزاروں سالوں سے ہے۔ میں سموٓان ثقافت سے تعلق رکھتا ہوں۔ہمیں اپنے آباؤاجداد کی روایات، طور طریقے اور تہواروں کے متعلق کیا رائے رکھنی چاہئے؟ کیا ہمیں اپنے ماضی اور پچھلی تاریخ کا اعتراف کر کے اسے ماننا چاہئے یا کیا ہمیں اپنے سے پہلوں کی طرز زندگی سے دوری اختیار کر کے ممتاز رہنا چاہئے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:’’دیکھیں! ہم بنیادی طور پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ملک میں انبیاء بھیجے اور سب ایک ہی تعلیم لے کر آئے۔یعنی یہ کہ بنی نوع انسان اپنے خالق کے آگے جھکیں اور اس کے حقوق ادا کریں۔ان انبیاء نے ہمیں اچھے اخلاق بھی سکھائے۔یہ بات ہر مذہب میں مشترک طور پر پائی جاتی ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اہل کتاب کو فرماتا ہے کہ،اللہ تعالیٰ نے آنحضورﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو انہیں کہہ دے کہ ان باتوں کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہیں اور ان باتوں میں جو سب سے اہم بات ہے وہ واحد اور قادر مطلق خدا کی عبادت کرنا ہے۔ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ اگرچہ دنیا میں مختلف قبائل اور قومیں ہیں لیکن ان سب کی تعلیم و تربیت ان کے انبیاء نے کی۔ہر مذہب کی اصل اور بنیادی تعلیم یہی تھی کہ وہ اپنے لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں جو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ یعنی اپنے حقیقی خالق کے آگے جھکیں۔نیز اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں اور ایک دوسرے کی عزت وتکریم کریں۔یہ باتیں مشترک ہیں۔پھر اس کے علاوہ بعض مخصوص روایات ہیں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ تمام سابقہ انبیاء کی اچھی باتیں اس(قرآن) میں جمع کر دی گئی ہیں۔قرآن کریم کی نئی تعلیمات کے علاوہ پرانی تعلیمات بھی موجود ہیں،جو سابقہ انبیاء لائے اور جو انہوں نے مختلف قوموں کو سکھائیں۔اب آپ کا سوال یہ ہے کہ کیا ہم اپنی روایات کی پیروی کریں؟ایک بنیادی اصول آپ ضرور یاد رکھیں کہ کوئی بھی روایت جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور غیرمطلق ہونے کا انکار کرے اسے لازماً چھوڑ دیا جائے اس کے علاوہ کچھ کلچر کی روایات ہوتی ہیں۔جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔وہ آپ کو روزانہ پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی سے نہیں روکتیں، نماز سے نہیں روکتیں،روزہ رکھنے سے، قرآن کریم پڑھنے سے،عمدہ اخلاق دکھانے سے نہیں روکتیں۔پس اگر وہ آپ کو ان باتوں کے کرنے سے نہیں روکتیں تو پھر آپ ان روایات پر عمل کر سکتے ہیں۔اس کے علاوہ اگر کوئی ایسی روایت ہو جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہو تو آپ کو اس سے رکنا ہو گا۔اسلام عالمی مذہب ہے اور دنیا بھر سے لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔اور اب بھی لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ہر ملک، ہر لوگ اور ہر قبیلہ کی مختلف روایات ہیں۔وہ اپنی روایات پر عمل کر سکتے ہیں جب تک وہ اسلام کی بنیادی تعلیمات سے متصادم نہ ہوں۔آپ ایسا کر سکتے ہیں۔چنانچہ شادی بیاہ کے موقع پر مختلف قبائل کے مختلف رسم و رواج ہیں۔آپ انہیں ادا کر سکتے ہیں اگر وہ اسلامی تعلیمات سے متصادم نہ ہوں،اگر وہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا انکار کرنے والی نہ ہوں تو پھر آپ ایسا کر سکتے ہیں۔چنانچہ جب بھی آپ کوئی عمل کر رہے ہوں تو اللہ تعالیٰ کا تقدس ہمیشہ قائم رہنا چاہئے۔یہ بنیادی امر ہے۔‘‘

سوال:ایک خادم نے سوال کیا کہ’’پیارے حضور!ہم افغانستان سے یہاں آئے ہیں۔آپ کی نظر میں افغانستان میں احمدیت کا کیا مستقبل ہے؟‘‘

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:’’آپ آ گئے۔باقی بھی چھوڑ کر آ رہے ہیں،تو مستقبل کیا ہونا ہے؟جو احمدی تھے وہ چھوڑ کر آ گئے۔حضرت مسیح موعودؑ نے جو صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کی شہادت پر کہا تھا کہ’’سرزمین کابل تو خدا کی نظر سے گر گئی‘‘تو وہ تو اُس وقت تک گری رہے گی جب تک وہاں احمدی نہیں پیدا ہوتے۔جب سارے احمدی وہاں سے چھوڑ کر آ جائیں گے تو وہ اور گر جائے گی۔ہر قوم کے لیے جہاں ترقی ہوتی ہے وہاں زوال بھی ہوتا ہے۔جب زوال کی ایک حد تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان کی حالتوں کو بدلتا ہے۔تو ہوسکتا ہے جب یہ لوگ زوال کی انتہا کو پہنچ جائیں،جب سارے احمدی وہاں سے نکل آئیں گے،جب تباہی کی انتہا ہو جائے گی،تو پھر ہوسکتا ہے ان میں سے کوئی ایسا شخص کھڑا ہو جو دوبارہ اس کو سنبھالنے لگے اور پھر مذہبی آزادیاں پیدا ہوں،پھر وہاں احمدیت کا نفوذ ہو،پھر آگے دوبارہ نئے سرے سے مستقبل بہتر ہوسکتا ہے۔اس وقت تک تو کوئی مستقبل نظر نہیں آرہا۔آپ بھی یہاں بیٹھے ہیں۔آپ دعا کرتے رہا کریں۔آپ کو ہمدردی ہے نا آپ کا ملک ہے۔‘‘

موصوف نے جواب دیا’’جی بالکل۔‘‘

حضور انور نے فرمایا’’بس پھر اس کے لیے آپ سے زیادہ کون دعا کرسکتا ہے؟‘‘

اس کے بعد حضور انور نے استفسار فرمایا کہ’’آپ ابھی recently آئے ہیں؟‘‘

جس پر خادم نے جواب دیا کہ’’9-10 مہینے ہوئے ہیں۔‘‘

حضور انور نے فرمایا:’’وہی جو 14 افراد کی فیملی آئی تھی اس میں آپ شامل تھے؟‘‘

خادم نے جواب دیا:’’جی حضور!‘‘

سوال:پیارے حضور جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں،تاریخ اسلام میں کچھ ایسے واقعات ہیں،جن کے بعد اسلام کافی تیزی سے دنیا میں پھیلا،جیسا کہ ہجرت نبویﷺ اور فتح مکہ،کیا آپ سمجھتے ہیں کہ احمدیت کی ترقی کے

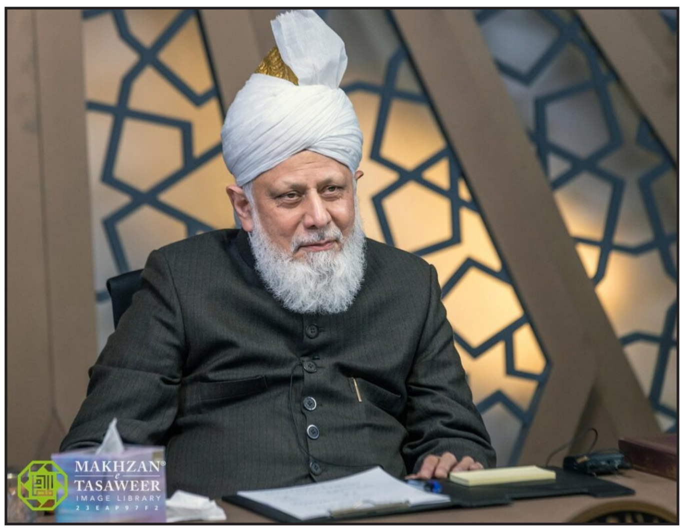

لیے ایسے واقعات ظہور پذیر ہوں گے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:’’ہر مذہب میں کوئی نہ کوئی واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہے جس کے بعد وہ مذہب پھیلتا ہے۔عیسائیت بھی جو پھیلی تو وہ بھی اس وقت پھیلی جب رومن بادشاہ نے عیسائیت قبول کر لی۔اگرچہ اس نے تعلیم بدل دی، بگڑ گئی،لیکن اسی طرح کے واقعات ہوتے ہیں،معجزات ہوں گے،حضرت مسیح موعودؑ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے،وہ پورے ہوں گے۔حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ’’میں مثیل مسیح ہوں۔مسیح کی جو جماعت تھی یا جو دین تھا اس کو پھیلنے میں تین سو سال سے اوپر کا عرصہ لگا تھا تو تمہیں ابھی تین سو سال نہیں گزریں گے جب تم دنیا میں احمدیت کی اکثریت دیکھو گے۔‘‘تو یقیناً ایسے واقعات پیدا ہوں گے جس کے بعد پھر ان شاءاللہ تعالیٰ احمدیت کی ترقی ہو گی،اور جہاں جہاں ایسے واقعات ہوتے جاتے ہیں،وہاں بعض دفعہ ایک عارضی breakthrough چھوٹے سے علاقے میں ہوتا ہے، پھر رک جاتا ہے۔لیکن ایک بڑے پیمانے پر breakthrough ہو گا وہ کسی نہ کسی طرح اس قسم کے واقعات ہوں گے۔تبھی ہو گا۔کب ہو گا؟کس زمانے میں ہو گا؟اللہ بہتر جانتا ہے۔لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی جو پیشگوئی ہے اس کے مطابق 300 سال ابھی نہیں گزریں گے کہ اس سے پہلے ہو جائے گا۔اور 133 سال تو ہو چکے ہیں۔یہی میں نے کہا ناکہ اگلے ہیں،پچیس سال جماعت احمدیہ کے لیے بڑے crucial ہیں۔پھر اس میں کس حد تک پھیلتا ہے۔لیکن اس کے بعد جو عرصہ ہو گا وہ پھیلنے کا ہی عرصہ ہو گا۔ان شاءاللہ۔‘‘

سوال:پیارے حضور میں اپنے غیر احمدی مسلمان دوستوں کو کس طرح بتا سکتا ہوں کہ میں احمدی مسلمان ہوں؟اور ایسے لوگوں کے ساتھ کس طرح پیش آیا جائے جو جماعت کے لئے منفی جذبات رکھتے ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:’’اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ آپ احمدی کیوں ہیں؟آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم احمدی آنحضورﷺ کی پیشگوئی کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق یقین رکھتے ہیں کہ آخری زمانے میں ایک مجدد اسلام کی حقیقی تعلیم کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے آئے گا۔اب سب مسلمان اس پر یقین رکھتے ہیں کہ ایک مجدد آئے گا اور وہ مہدی اور مسیح کہلائے گا۔اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ وہ شخص حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کی صورت میں آچکا ہے اور اس پر ہم یقین رکھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہم احمدی ہیں۔کیونکہ آپؑ اسلام کی حقیقی تعلیم کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے آئے ہیں۔جب آپ کے دوست اور طلباء دیکھیں گے کہ آپ میں ایک نمایاں تبدیلی آئی ہے اور آپ دوسرے مسلمانوں سے مختلف ہیں اور آپ پنج وقتہ نماز ادا کرتے ہیں اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اس کا مطلب سمجھتے ہیں،

آپ اچھے اخلاق کے مالک ہیں اور آپ کسی برائی میں ملوث نہیں ہیں، تب وہ جان جائیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہم سے مختلف ہیں اور تب وہ آپ کی بات سننے کی کوشش کریں گے۔ اگر وہ مسلمان ہیں تو آپ انہیں بتا سکتے ہیں کہ یہ تبدیلی آپ کے اندر صرف حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کی وجہ سے آئی ہے۔ ہم یہ بات بھی دیکھتے ہیں اور میں اپنی تقاریر میں بھی یہ بتاتا ہوں کہ نو مبایعین کی ایک بڑی تعداد نے اپنا رویہ، اپنا برتاؤ اور طرز زندگی کو مکمل طور پر تبدیل کیا ہے۔ اور جب ان کے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں نے یہ دیکھا، تو انہوں نے ان سے پوچھا کہ یہ تبدیلی تم میں کس طرح آئی؟ تب وہ بتاتے تھے، کہ وجہ یہ ہے، کہ میں نے اسلام کی حقیقی تعلیم پہچان لی ہے اور میں اس پر عمل کر رہا ہوں۔ اسی وجہ سے میری طرز زندگی مکمل طور پر تبدیل ہو گئی ہے اور میں اب عملی طور پر مسلمان ہوں۔ پس اگر آپ اپنے غیر احمدی دوستوں کے سامنے اپنا نمونہ پیش کریں گے تو وہ جان جائیں گے کہ یہ ایک احمدی مسلمان ہے جس کا اس چھوٹی عمر میں اللہ کے ساتھ ایک قریبی تعلق ہے اور یہ روزانہ پانچ وقت نماز ادا کرتا ہے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے اور اپنے قول پر عمل کرتا ہے، تب وہ آپ کی باتیں سنیں گے۔ اور اس طرح آپ ان کے ذہن میں سے اپنے بارے میں منفی رائے کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ پس آپ کو اپنے اندر تبدیلی لانی ہو گی۔ پہلے اپنے آپ کو پہچانیں۔''

سوال: پیارے حضور آج کل رشتوں کے موقعہ پر اسلامی تعلیمات کے برعکس فریقین کی طرف سے بہت سی ڈیمانڈز رکھی جاتی ہیں۔ جو رشتوں کے تقدس کو پامال کرتی ہیں۔ پیارے حضور ہم اس چیز سے کس طرح بچ سکتے ہیں؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ''یہ آج کل کی بات نہیں۔ یہ تو بہت پرانی باتیں ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں بھی اسی طرح تھا۔ ہر زمانے میں وہاں کے لحاظ سے اپنی اپنی ڈیمانڈ ہوتی تھی۔ ایک زمانہ ہوتا تھا کہ لڑکی سے کہا جاتا تھا کہ اتنا جہیز لے کر آؤ، اتنا زیور لے کر آؤ، یا اتنی چیزیں لے کر آؤ، اتنا پیسہ، کیش لے کر آؤ۔ یا لڑکے سے ڈیمانڈ کی جاتی تھی کہ لڑکا کیا کرتا ہے؟ اس کا گھر ہے یا نہیں؟ اس کی اچھی جاب ہے یا نہیں؟ اس طرح کی ڈیمانڈ تو آج کل بھی ہیں، پہلے بھی تھیں۔''

حضور نے استفسار فرمایا کہ ''کس طرح کی ڈیمانڈ رکھی جاتی ہیں؟''

جس پر خادم نے جواب دیا کہ: ''حضور بعض اوقات اگر آپ ملک سے باہر رشتہ کرتے ہیں، تو لڑکے والوں کی طرف سے یا لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے یا لڑکی کو اس بات پر force کیا جاتا ہے کہ، جب آپ ادھر آئیں گے آپ کو اس کلچر کے مطابق رہنا پڑے گا بعض اوقات لڑکے جو ہیں اس چیز کو ناپسند کرتے ہیں۔''

حضور نے فرمایا: ''بات یہ ہے کہ، کہو کہ ہم کلچر کے مطابق رہ لیں گے، لیکن وہ کلچر، جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا وہ کلچر جو اسلامی تعلیم سے clash نہ کرتا ہو۔ اسلام کہتا ہے کہ پانچ نمازیں پڑھو، اور تم کہہ دو کہ کوئی نہیں نماز نہ بھی پڑھی تو کچھ نہیں ہوتا، تو یہ کلچر نہیں ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ روزے رکھو اور تم کہو روزے نہ بھی رکھو تو کچھ نہیں ہوتا، یہ کلچر نہیں ہے۔ قرآن کریم نے عورتوں کو پردے کا حکم دیا ہے کہ حجاب اوڑھو، تو اگر وہ حجاب نہیں لیتی اور بغیر دوپٹہ کے کھلے گلے کے ساتھ بازاروں میں پھرتی ہے، تو یہ کلچر نہیں ہے۔ یہ اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس لیے پہلے ہی بتانا ہو گا۔ لڑکیاں جو باہر سے آتی ہیں وہ کہہ کر آئیں کہ جو اسلامی تعلیم ہے اس کے مطابق زندگیاں گزاریں گی اور لڑکوں کو اس پر اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم لوگ رشتے کرتے ہو تو دنیا کو دیکھتے ہو، خوبصورتی کو دیکھتے ہو، دولت کو دیکھتے ہو، لیکن رشتہ کرنے کے لیے تم دین کو دیکھو۔ اگر لڑکے میں دین ہو گا تو وہ دیندار لڑکی کو تلاش کرے گا۔ اگر لڑکی دیندار ہو گی تو وہ دیندار لڑکے کو تلاش کرے گی۔ اگر یہ ماحول پیدا ہو جائے تو پھر ہی صحیح اسلامی معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ ان ممالک میں جو so-called ترقی یافتہ ملک ہیں۔ ان میں پردہ نہیں ہوتے یا half-sleeved پہن کر لڑکیاں بازاروں میں پھرتی رہیں، دوپٹہ بھی گلے میں نہ ہو، کجا یہ کہ اسکارف۔ تو یہ چیزیں اسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ اور پھر جو ایسی لڑکیاں ہیں۔ وہ جب مسجد میں آتی ہیں تو دوپٹہ اوڑھ کر آ جاتی ہیں۔ چلیں ٹھیک ہے کچھ نہ کچھ تو مسجد کا احترام ہے۔ لیکن پھر ان میں منافقت ہوتی ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ لجنہ ان کی صحیح طرح تربیت کریں، ضرورت ہے کہ والدین ان کی صحیح طرح تربیت کریں، اسلام کی تعلیم کو اگر ماننا ہے۔ لڑکا اور لڑکی مسلمان کہلاتے ہیں تو پھر ان کو چاہئے کہ اسلامی تعلیم پر عمل بھی کریں۔ اگر اسلامی تعلیم پر عمل نہیں کر رہے تو پھر وہ مسلمان کہلانے کا بھی حق دار نہیں ہے۔ یہ جماعت احمدیہ کی تعلیم نہیں ہے یہ اسلام کی تعلیم ہے۔ جماعت احمدیہ کی کوئی تعلیم ایسی نہیں ہے جو قرآن کے خلاف ہو یا قرآن سے زائد ہو۔ جو بھی ہم کہتے ہیں، وہی کہتے ہیں جو قرآن کریم میں لکھا ہوا ہے۔ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ بڑے سخت ہیں مسلمان تو یہ کرتے ہیں۔ مسلمان اگر نہ بگڑے ہوتے تو مسیح موعودؑ کے آنے کی ضرورت کیا تھی؟ اس لیے تو آئے، ہم نے اسی لئے تو حضرت مسیح موعودؑ کو مانا ہے اس لیے ہم نے مسلمانوں کی بگڑی ہوئی حالت کو ٹھیک کرنا ہے۔ یہ تو گھروں میں لڑکیوں کی تربیت کرتے ہوئے ماں باپ کو بھی خیال رکھنا چاہئے۔ لڑکیوں کو خود دینی تعلیم حاصل کرنی چاہئے تا کہ ان کو پتہ لگے کہ ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ لڑکوں کو خود احساس ہونا چاہئے۔ جب تک یہ احساس خود نہیں ہو گا۔ کوئی باہر سے آ کر تو نہیں ڈالے گا۔ عہد کرتے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ اگر صرف عہد کر کے چلے جاتے ہیں تو اس کا کیا فائدہ؟ منافقت ہے۔ جب عہد دوہرایا ہے تو پھر اس پر عمل کرو۔ اور جب عمل کرو گے تو پھر نہ یہ رشتوں میں ڈیمانڈز ہوں گی، نہ تقدس کو پامال کیا جائے گا اور نہ کچھ اور بات ہو گی۔''

سوال: حضور نماز کی شرائط میں سے ایک شرط قبلہ رخ کا ہونا ہے۔ لیکن جب ہم کسی سفر میں ہوتے ہیں تو قبلہ رخ کا خیال نہیں رکھتے۔ کیا یہ طریق درست ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ''دیکھیں جب آپ گاڑی میں بیٹھے ہوئے ہیں یا جہاز میں بیٹھے ہوئے ہیں تو کہاں سے قبلہ تلاش کرتے پھریں گے؟ جہاز پر اوپر اڑ رہے ہیں اور قبلہ نیچے ہے۔''

حضور نے ہاتھ کو نیچے کی طرف الٹا کر اشارہ سے مسکراتے ہوئے بتایا کہ ''کیا اُلٹے لٹک کر نماز پڑھیں گے؟ اگر آپ کو پتہ بھی لگ جائے کہ یہاں قبلہ ہے۔ یا بسوں میں بیٹھے ہوئے آپ ڈرائیور کو کہیں گے کہ دو، تین سیٹیں خالی کرو میں نے (نماز پڑھنی ہے) اور اگلے موڑ پر آ کر بس کا رخ ادھر مڑ گیا (کسی اور طرف) تو کدھر جائیں گے؟ اسلام جو ہے، دینِ یُسر ہے، آسانی کا دین ہے۔ اسلام نے ہر situation کے لیے حل رکھا ہوا ہے۔ اگر تم سفر کر رہے ہو، خطرہ ہے اور سواری سے اتر نہیں سکتے۔ یا تمہارے اختیار میں نہیں ہے یا خطرے کی صورت حال ہے تو سواری میں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ لو۔ جدھر بھی سواری جارہی ہے اس میں تم تصور کر لو کہ تمہاری توجہ کعبہ کی طرف ہے۔ اصل چیز تو دل کا تصور بھی ہے۔ تو وہ کعبہ کی طرف توجہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی سفر ہوتے تھے۔ اونٹوں پر سفر ہوتے تھے یا گھوڑوں پر سفر ہوتے تھے۔ اور اگر سفر کے دوران ٹھہرنا ممکن نہیں ہوتا تھا تو چلتے چلتے نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ قبلہ جہاں مرضی ہو۔ تصور یہ ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہمارا قبلہ خانہ کعبہ ہی ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ نے سفر کے لیے آسانی پیدا کر دی۔ اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ غیر احمدی مولویوں کی طرح نہیں کہ اگر جہاز پر بیٹھے ہو تو دایاں کندھا مشرق کی طرف کر لو۔ لیکن جب جہاز turn لے گا تو اس وقت کہاں جائے گا مشرق اور مغرب؟ یہ اُوٹ پٹانگ باتیں ہیں۔ اسلام نے آسانی پیدا کی ہے۔ بنیادی چیز عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری عبادت کو نہ بھولو۔ وہ تمہیں وقت پر ادا کرنی چاہئے۔ اس کے لیے یہ سہولت دے دی کہ اگر تم سفر میں ہو تو دو نمازیں جمع کر لو، ظہر، عصر اور مغرب، عشاء جمع کر سکتے ہو۔ فجر علیحدہ پڑھنی ہے۔ قبلہ کی سہولت دے دی کہ ٹھیک ہے اگر تمہیں قبلہ نظر نہیں آ رہا تو جس طرف تمہارا منہ ہے اسی طرف منہ کر لو۔ جو باتیں تمہارے اختیار میں نہیں اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسانی پیدا کر دی۔ پس ہمیں تو خوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آسانی دی ہے بجائے اس کے کہ اتنے rigid ہو جائیں کہ (یہ کہیں کہ) کیوں قبلہ رخ نماز نہیں پڑھی؟ تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑھتا۔ دل کا قبلہ ہونا چاہئے، دل کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہونا چاہئے اور وہ یہی ہے کہ خانہ کعبہ ہی ہمارا قبلہ ہے۔ جب حالات نارمل ہو جائیں تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کھڑے ہو کر قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھی جائے۔ مجھے بتائیں کہ اگر آپ جہاز پر سفر کر رہے ہیں تو کس طرح قبلہ کا خیال رکھیں گے؟''

جس پر خادم نے جواب دیا کہ ''حضور! جہاز میں نہیں لیکن اگر گاڑی میں سفر کر رہے ہوں تو رک کے اگر نماز پڑھ لی جائے۔''

جس پر حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ: ''اگر رک کر نماز پڑھ سکتے ہیں تو پڑھ لیں اچھی بات ہے۔ اگر وقت ایسا ہے اور خطرے والی بھی کوئی بات نہیں تو پھر کسی سروس سٹیشن پر رک جائیں یا کہیں جا کر رک کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر وقت تھوڑا ہے اور پہنچنے کی جلدی بھی ہے اور راستے میں خطرے بھی ہو سکتے ہیں اور بعض اوقات مسائل بھی پیدا ہو سکتے ہیں، تو پھر گاڑی میں بیٹھے بیٹھے بھی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ پھر یہی ہے کہ چار آدمی اگر کار میں بیٹھیں ہیں تو ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر جو بیٹھا ہوا ہے، اس بندے کو امام بنالیں۔ اسے کہیں کہ نماز پڑھا دو۔ وہ بھی جماعت ہو جائے گی۔ آنحضرت ﷺ نے اونٹوں پر چلتے ہوئے بھی باجماعت نمازیں پڑھائی ہوئی ہیں۔ تو اسی طرح روایتوں میں آتا ہے کہ اُونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے آپ کے ساتھ دائیں، بائیں، پیچھے لائنوں میں لگے ہوئے تھے۔ اونٹوں کی، گھوڑوں کی سواریاں چل رہی تھیں اسی طرح آپ نماز پڑھا رہے ہوتے تھے۔ لیکن اگر حالات ایسے ہیں جہاں آپ رک کر نماز پڑھ سکتے ہیں وہاں ضرور پڑھنی چاہئے۔ آپ کی نیت کیا ہے؟ اگر نیت یہ ہے کہ صرف نمازوں کو ٹالنا ہے تو وہ اور بات ہے۔ اگر نیت یہ ہے کہ ہم نے نماز بھی ادا کرنی ہے اور اللہ کی عبادت بھی کرنی ہے، جو حالات ہیں اس کے مطابق چلتے چلتے نماز پڑھنی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ معاف کرنیوالا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول کرنیوالا ہے۔''

صدف علیم صدیقی۔ کینیڈا

حدیقۃ النساء

شکر گزاری کی عادت، بےسکونی اور ڈپریشن سے بچاؤ

پچھلے مضمون میں خاکسار نے ڈپریشن کے مرض کا ذکر کیا تھا کہ کس طرح لوگ اس مرض کا شکار ہو کر مختلف مسائل کا شکار ہو جاتے ہیں اور انہی مسائل سے بسا اوقات ان کی جان تک داؤ پر لگ جاتی ہے۔ بے چینی، بے سکونی، غصہ، عدم برداشت، لڑائی جھگڑوں کی سب سے بڑی وجہ اپنے حالات سے سمجھوتہ نہ کرنا، جو ملا ہو اس پر شکر نہ کرنا اور زیادہ کی تمنا رکھنا۔

حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں:

مَنۡ لَمۡ یَشۡکُرِ الۡقَلِیۡلَ لَمۡ یَشۡکُرِ الۡکَثِیۡرَ وَمَنۡ لَمۡ یَشۡکُرِ النَّاسَ لَمۡ یَشۡکُرِ اللّٰہ

جو تھوڑے پر شکر نہیں کرتا وہ زیادہ پر بھی شکر نہیں کرتا جو بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔

(مسند احمد، کتاب اول مسند الکوفیین، حدیث النعمان بن بشیر)

انسان کی بےسکونی کی سب سے بڑی وجہ یہی ہوتی ہے جب وہ اس پر قناعت نہیں کرتا جو اس کے پاس ہوتا ہے۔ چھوٹے گھر کے مالک کو بڑا گھر مل جائے تو وہ بجائے اس پر شکر گزار ہونے کے اور بڑا گھر دیکھ کر اس کی حسرت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ چھوٹی گاڑی والے کو بڑی گاڑی چاہیئے۔ بڑی گاڑی والے کو اس کا نیا ماڈل۔ بے اولاد کو اولاد چاہیئے اور اولاد والے کو اگر بیٹی ہے تو بیٹا، بیٹا ہے تو بیٹی، ایک بیٹا ہے تو دو کی جوڑی، ملازمت پیشہ کو کاروبار کرنا ہے اور کاروباری آدمی کو مزید بڑا کاروبار، سانولے رنگ والوں کو گورا رنگ چاہیئے اور گورے رنگ والے کریمیں لگا لگا کر سانولے بن رہے ہیں۔ فربہ لوگ وزن کم کرنا چاہتے ہیں کمزور جسامت والے جسم فربہ کرنا چاہتے ہیں۔ کم تعلیم والے اپنی کم علمی کی شکایت کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ ان کے پاس اعلیٰ تعلیم کے وسائل نہیں تھے، تو پڑھے لکھے یہ شکوہ کرتے کہ ہم نے تو اپنی زندگی کا اچھا وقت پڑھائی میں گزار دیا۔ ان سب کا واحد حل خدائے رحیم نے کتاب رحمان میں بتلا دیا ہے کہ

لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ وَلَئِنۡ کَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِیۡ لَشَدِیۡدٌ ﴿۸﴾

(ابراہیم: 8)

اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور تمہیں بڑھاؤں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔

تو خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ شکر گزار بندوں پر اپنے انعامات کی بارشیں برساتا ہے اور ان کو مزید نوازتا ہے۔ لیکن ناشکری کرنے والوں سے جن نعماء کے وہ شکر گزار ہونے کی بجائے شکوے شکایتیں کرتے دکھائی دیتے ہیں وہ بھی چھین لیتا ہے تا انہیں یہ احساس ہو کہ ان کو وہ کس قدر نوازے ہوئے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر گئے ان کی بیوی سے ملاقات ہوئی اور حال دریافت کرنے پر انہوں نے شکوے شکایتیں کیں کہ بہت برا حال ہے آمدن کم ہے گزارا مشکل ہے تو آپ اس بیوی کو اپنے بیٹے یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے یہ پیغام دیتے ہوئے آئے کہ اس سے کہنا اپنی چوکھٹ تبدیل کر لے۔ بیٹے کو جب پیغام ملا تو انہوں نے بیوی کو طلاق دے دی۔ اس کی وجہ اس زوجہ کی ناشکری اور دین کی بجائے دنیا کا طلب گار ہونا اور شوہر کا بھرم نہ رکھنا تھا۔ اس کے بعد جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دوسری شادی کی اور آپ کے بزرگ والد دوبارہ آپ کے گھر تشریف لے کر گئے تو آپ کی دوسری زوجہ محترمہ نے بے حد شکر گزاری کی اللہ کا شکر ادا کیا جس نے ہر نعمت سے نوازا ہوا ہے خاوند کی تعریف کی۔ تو آپ بہت خوش ہوئے اور یہ پیغام دے کر گئے کہ میرے بیٹے سے کہنا اس چوکھٹ کو برقرار رکھے۔

(خاکسار نے مختصراً اپنے الفاظ میں بیان کی ہے۔

اصل حدیث اس حوالے سے پڑھی جا سکتی ہے: مختصر صحیح بخاری: حدیث نمبر 1407)

تو شکر گزاری ایک ایسی صفت ہے جو نہ صرف ہمیں خدا کا قرب عطا کرتی ہے اس کی نعمتوں کا وارث بناتی ہے بلکہ ہمارے قریبی لوگ بھی ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتے جو ہر وقت اپنے حالات کا رونا روتے رہتے ہیں۔ عموماً ایسے لوگوں سے لوگ دور ہو جاتے ہیں۔ اور جو ہر حال میں راضی بہ رضا رہتے ہیں ان کی صحبت کو لوگ پسند کرتے ہیں کیونکہ ایسے لوگوں سے بات کر کے اوروں کے اندر بھی مثبت انداز میں سوچنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے تو بس شکر گزار بننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ہم سب پر تو خدا تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ہمیں حقیقی اسلام یعنی خلافت حقہ کو پہچاننے کی توفیق دی۔ احمدی گھرانوں میں پیدا کیا یا خود اس نعمت کو قبول کرنے والا بنایا۔ الحمد للہ

اکثر اوقات ہم کھانے میں بہت نقص نکال رہے ہوتے ہیں اس بات پر گھروں میں لڑائیاں بھی ہو جاتی ہیں۔ خاتون خانہ محنت اور محبت سے اہل خانہ کے لیے کھانا تیار کرتی ہے اور کسی کمی بیشی کی وجہ سے گھر والے اس کو ناپسند کرتے ہیں تو اسے تکلیف پہنچتی ہے۔ اسی کو مثبت طرح سے سوچ کر دیکھیے۔

اگر کھانے میں نمک کم لگ رہا ہے تو شکر ادا کیجیے مرچیں تیز لگ رہی ہیں تو بھی شکر ادا کیجیے کیونکہ ابھی کووڈ ٹائم میں کتنے ہی لوگوں کو کھانے کا ذائقہ آنا بالکل بند ہو گیا تھا اور ان کے لیے کھانے میں سوائے چبانے کی مشقت کے اور کوئی اشتہا باقی نہیں رہی تھی۔ آپ کے کچن سنک میں گندے برتنوں کا انبار ہے تو مقام شکر ہے میری امی اور خالہ جان بتاتی ہیں کہ ایک بار بہت چھوٹی عمر میں دونوں بہنوں نے اس بات کا شکوہ کیا کہ ہمارے گھر بہت برتن گندے ہوتے ہیں تو میرے نانا جان نے ان کو سمجھایا کہ شکر ادا کرو کہ برتن گندے ہوتے ہیں کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ گھر میں رزق ہے گھر کا چولہا تین وقت جل رہا ہے کھانے پک رہے ہیں گھر والوں کی صحت ہے وہ کھا رہے ہیں ہضم کر رہے ہیں تو ہی برتن گندے ہو رہے ہیں۔ تو اس وقت جب تمام دنیا شدید مہنگائی کی لپیٹ میں ہے لیکن ہمارے گھر کے کچن کا بجٹ اسی طرح ہے تین وقت ہم کھا رہے ہیں تو مقام شکر ہوا ناں۔

اکثر ہم شکوہ کرتے ہیں بچوں کے کپڑے، جوتے ادھر خریدتے ہیں ادھر چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ شکوہ مت کیجیے شکر ادا کیجئے کتنے ہی بچے ایسے ہیں جو اپنی عمر کے حساب سے نشوونما نہیں پاتے۔ ان کے قد اور وزن نہیں بڑھ رہے ہوتے اور والدین ڈاکٹروں کے پاس چکر لگا لگا کر ادویات دے دے کر تھک چکے ہیں۔

بچے گھر میں کچرا کر رہے ہیں بھاگ دوڑ رہے ہیں شرارتیں کر رہے ہیں، شور مچاتے ہیں۔ مقام شکر ہے کتنے ہی ایسے گھر ہیں جو بچوں کی قلقاریوں کو ترستے ہیں۔ علاج کروا کروا کر کتنی ہی اور بیماریوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ لیکن اولاد کی نعمت سے محروم ہیں۔ آج سارا دن کچن میں کھڑی رہی یا گیراج کی صفائی کی بیک یارڈ میں پودے لگائے بچوں کو اسکول کالج ڈراپ کیا، اتنے لوگوں کی دعوت کا اہتمام کیا، جماعتی کام کیا، سوچیے یہ سارے کام کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحت دی وسائل دیئے کیا اس کے بغیر ہم یہ سب کام سرانجام دے سکتے تھے؟ نہیں ناں تو پھر دیر کس بات کی پڑھیے الحمد للہ۔

غرض کہ صبح آنکھ کھلنے سے لے کر رات گئے آنکھ بند ہونے تک جائزہ لیجیے کہ کونسا ایسا کام ہے جو کسی مقصد کے بغیر ہو رہا ہے۔ آپ ایک آرام دہ بستر سے بیدار ہوتے ہیں تو اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ پڑھنے کا عمل اسی وقت شروع ہو جاتا ہے اسی لیے تو سو کر اٹھنے والی دعا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ سے شروع ہو رہی ہے کہ سب سے پہلے اس بابرکت ذات کا شکر ادا کیا جائے جس نے نیند یعنی عارضی موت سے ایک نئی زندگی دی۔ پھر تمام اعضاء درست کام کر رہے ہیں جن کی مدد سے اٹھ رہے ہیں منہ ہاتھ دھو رہے ہیں دانت صاف کر رہے ہیں ناشتہ بنا رہے ہیں، کھا رہے ہیں، سانس لے رہے ہیں، بول رہے ہیں، چل پھر رہے ہیں، پیارے پیارے رشتے ہمارے پاس ہیں، سواری ہے جو ہمیں ہماری کام کی جگہ یا اسکول کالج یونیورسٹی پہنچا رہی ہے۔ اچھی ملازمت یا پڑھائی کی جگہ میسر ہے۔ گھریلو خواتین شکر ادا کریں کہ گھر میں بیٹھی ہیں باہر جا کر کمانا نہیں پڑ رہا۔ کام کر رہی ہیں تو شکر کا مقام کہ اللہ نے کسی کا محتاج نہیں بنایا اپنا گھر دیا، شوہر کا ساتھ دیا اولاد دی جن کے کام کر رہی ہیں۔ غرض کہ ہر ہر کام پر شکر ادا کیجیے۔ کتنے ہی ایسے کام ہماری زندگی میں ہو رہے ہوتے ہیں جن پر شکر کرنے کا ہمیں خیال تک نہیں آتا ہم ان نعمتوں کو اپنا حق سمجھ کر وصول کر رہے ہوتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصری نے کسی شخص کو سر پر پٹی باندھے ہوئے دیکھا تو سبب دریافت کیا۔ اُس نے عرض کیا کہ سر میں بہت درد ہے۔ پوچھا تمہاری عمر کتنی ہے؟ اس نے کہا تیس برس۔ فرمایا: تُو نے تیس سال کے عرصہ میں کبھی صحت مندی کے شکرانے میں پٹی باندھی نہیں اور صرف ایک یوم کے مرض میں شکایت کی پٹی باندھ لی۔

(الفضل 26 مئی 2005)

یہی بات ہے کہ بہت سی نعمتیں جن کا ہمیں اس وقت تک احساس نہیں ہوتا جب تک وہ ہم سے چھن نہ جائیں۔ تو اس وقت کے آنے سے پہلے ہی ان کی قدر کریں ان کا احساس کریں اور شکر ادا کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعائیہ منظوم کلام میں فرمایا:

کیونکر ہو شکر تیرا، تیرا ہے جو ہے میرا
تونے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا

(درثمین)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2/جون 2012ء کو جلسہ سالانہ جرمنی میں مستورات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

شیطان ایک انسان کو ورغلا کر دنیا کی چمک دکھا کر اپنی طرف مائل کرتا ہے کہ یہ چیزیں حاصل کرنے کی کوشش کرو اور بعض گھر اس لئے اُجڑ جاتے ہیں کہ مرد اُن کی خواہشات پوری نہیں کر سکتے۔ ڈیمانڈز

بقیہ صفحہ 8 پر

شیراز احمد

عورتوں سے مصافحہ کرنا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَالۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ

(الاحزاب: 22)

یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے۔

نیز اسی طرح فرمایا:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ

(آل عمران: 32)

یعنی (اے رسول!) تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

آج کل کے اس دور میں نا محرم عورتوں سے مصافہ کرنے یا ہاتھ ملانے کو برا نہیں سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمارے لیے کامل نمونہ ہیں غیر محرم عورتوں سے ہاتھ نہیں ملایا کرتے تھے۔ قرآن کریم میں عورتوں سے بیعت لینے کا ذکر آتا ہے کہ ’’اے رسول! ان سے مختلف باتوں پر بیعت لے‘‘ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنِّیۡ لَا اُصَافِحُ النِّسَآءَ (سنن نسائی) کہ میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی زبانی بیعت لیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے کبھی غیر محرم کے ہاتھ کو مس نہیں کیا سوائے ایسی عورت کے جو آپ کی بیوی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت یہ بیان فرمائی ہے کہ نا محرم سے مصافحہ کرنا میری سنت نہیں ہے۔ چنانچہ ہم جو آپ کے امتی ہونے کے دعویدار ہیں ہمارا فرض ہے کہ آپ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے عورتوں سے ہاتھ ملانے سے گریز کریں۔

اسی طرح آیت کریمہ اَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ کے مطابق ہر نبی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے امت اس کی اولاد ہوتے ہیں نبی سے عورتوں کا پردہ نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ

(الحجرات: 2)

یعنی اپنے آپ کو اور اپنی رائے کو اللہ اور رسول پر فوقیت نہ دو اور اپنی رائے اور عمل کو آپ ﷺ کی رائے سے آگے نہ کرو۔

نامحرم عورتوں سے مصافحہ کرنے کی اجازت کسی آیت اور نہ کسی حدیث سے ہمیں ملتی ہے۔ اس لیے ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہمارے لئے قابل اعتبار اور واجب الاتباع ہے اور اگر افراد امت غیر محرم عورتوں سے مصافحہ کریں گے تو وہ آپ کے نمونے کی پیروی کرنے کی بجائے آپ کے نمونے کی نافرمانی کر رہے ہوں گے۔

نبی خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی اس کے احکامات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس کے فیصلوں کا انکار کفر ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

ہمارے سید و مولیٰ افضل الانبیاء خیر الاصفیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقویٰ دیکھئے کہ وہ ان عورتوں کے ہاتھ سے بھی ہاتھ نہیں ملاتے تھے جو پاک دامن اور نیک بخت ہوتی تھیں۔ اور بیعت کرنے کے لیے آتی تھیں۔ بلکہ دور بٹھا کر صرف زبانی تلقین توبہ کرتے تھے۔ مگر کون عقلمند اور پرہیز گار ایسے شخص کو پاک باطن سمجھے گا جو جوان عورتوں کے چھونے سے پرہیز نہیں کرتا۔

(نور القرآن، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 449)

حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

ایک دفعہ ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے ساتھ شفا خانہ میں ایک انگریز لیڈی ڈاکٹر کام کرتی ہے۔ اور وہ ایک بوڑھی عورت ہے۔ کبھی کبھی میرے ساتھ مصافحہ کرتی ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے حضرت صاحب نے فرمایا:’’کہ یہ تو جائز نہیں ہے۔ آپ کو عذر کر دینا چاہئے۔ کہ ہمارے مذہب میں یہ جائز نہیں‘‘

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 263)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں شرعی طور پر اس بات کا قائل ہوں کہ مردوں کو غیر محرم عورتوں سے مصافحہ نہ کرنا چاہئے۔۔۔ کیونکہ ہمارا مذہب اس بات کی اجازت نہیں دیتا یا کم از کم ہمارے نزدیک نہیں دیتا۔ اور جب ہم اس مذہب کو مانتے ہیں تو ہمارا فرض ہے سچائی اور دیانتداری سے مانیں۔

(خطبات محمود جلد 11 صفحہ 424)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال ہوا کہ کیا کوئی عورت اپنے خاوند کے بھائیوں، کزن یا اپنے کزن سے ہاتھ ملا کر السلام علیکم کرسکتی ہے؟ جس کے جواب میں حضورؒ نے فرمایا ہے ہاتھ ملانا ایک ایسی عادت ہے جو مغربی معاشرے کی وجہ سے ہمارے ہاں رواج پکڑ گئی ہے اور اس میں تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ احتیاط برتی جائے گھر میں بزرگ ہوتے ہیں ان کے بچے ہوتے ہیں بزرگ انکو پیار سے گلے سے لگاتا ہے بعض دفعہ سر پہ ہاتھ پھیرتا ہے کسی کے ذہن میں وہم و گمان بھی نہیں گزر سکتا ہے کہ اس تعلق میں کسی قسم کی قباحت ہے اور یہ ہمارے ملک میں خصوصاً گھر کے بزرگوں کے پاس جاکے سر کو آگے کرنا یہ رواج پایا جاتا ہے اس کی کیا سند ہے یہ میں نہیں جانتا۔ مگر جس رنگ میں یہ رائج ہے کبھی سے کوئی بدی پھیلتی ہوئی ہمیں نظر نہیں آتی۔ مگر جس کا یہ ذکر کر رہے ہیں گھر میں کزن وغیرہ ہو اور ان سے ہاتھ ملاتے پھریں اس سے بہت بدیاں پھیل سکتی ہیں۔ اور یہ آغاز ہے خلا ملا کا۔ اس لیے میرے نزدیک تو اس کو سختی سے منع کرنا چاہیے سختی سے اسے روکنا چاہیے اس رسم کو اگر رواج دینگے تو معاشرے میں بہت سی بدیاں پیدا ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔

(مجلس عرفان الفضل 5/ اکتوبر 2002ء صفحہ 3)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے تمام خلفاء کا یہی طریق رہا ہے کہ وہ غیر محرم عورت سے مصافحہ نہیں کرتے اور اسے جائز نہیں سمجھتے تھے خواہ وہ آپس میں رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

البتہ حقیقی باپ بیٹی اور حقیقی بہن بھائی باہمی ایسے رشتے ہیں جن میں ایک دوسرے کی نسبت جذبات میں محبت اور حیا پائی جاتی ہے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی بابت غلط خیالات پیدا نہیں ہوتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے اپنی بیٹی کا ہاتھ پکڑتے اسے چومتے اور اپنی نشست پر بٹھا دیتے۔

(سنن ابن داؤد)

ان ارشادات اور تعلیمات کی روشنی میں ہماری اولین ذمہ داری ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کو اختیار کریں۔ اور نا محرم عورتوں سے مصافحہ کرنے سے گریز کریں اور اپنے ارد گرد کے ماحول کو بھی اس پھیلتی ہوئی بدی سے بچانے کی کوشش کرتے رہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

’’مردوں سے غیر ضروری باتیں کرنے اور بے جا بے تکلفی سے بھی مردوں کو موقع ملتا ہے کہ وہ ہاتھ ملائیں۔ احمدی عورتوں کو اپنا مقام پہچاننا چاہئے اور اگلے کو ایسا موقع نہیں دینا چاہئے اور ان کو بتا دینا چاہئے کہ ہمارے مذہب میں عورت مرد سے سلام نہیں کرتی یعنی ہاتھ نہیں ملاتے‘‘

(میٹنگ نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ آئرلینڈ 18 ستمبر 2010ء

مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 22/ اکتوبر 2010ء)

بقیہ: شکر گزاری کی عادت...... از صفحہ 7

بقیہ: شکر گزاری کی عادت...... از صفحہ 7

بہت زیادہ ہو جاتی ہیں۔ یا اگر اُجڑتے نہیں تو بے سکونی کی کیفیت رہتی ہے۔ لیکن جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے لو لگانے والے ہوں اُن کا کفیل خدا خود ہو جاتا ہے، اُن کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ ایک عقلمند عورت وہی ہے جو یہ سوچے کہ میں نے اپنا گھر یلو چین اور سکون کس طرح پانا ہے؟ اپنے گھر کو جنت نظیر کس طرح بنانا ہے؟ اگر دنیا کی طرف نظر رہے تو یہ سکون کبھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ حقیقی سکون خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ دنیاوی خواہشات تو بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ایک کے بعد دوسری خواہش آتی چلی جاتی ہے جو بے سکونی پیدا کرتی ہے…

اگر آپ جائزہ لیں تو نظر آئے گا کہ یقیناً جو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے یہ نیک اعمال کر رہی ہیں اُن کی زندگیوں میں جو سکون اور اطمینان ہے وہ دنیا دار عورتوں کی زندگیوں میں نہیں ہے۔ ایسی عورتوں کے گھروں میں بھی بے سکونی ہے جو دنیا داری والی ہیں۔ لیکن جو دین کو مقدم رکھنے والی ہیں، اُس کی خاطر قربانیاں کرنے والی ہیں، اُنہیں گھروں میں بھی سکون ہے، اور ان کی عائلی زندگی بھی خوش و خرم ہے۔ اُن کے بچے بھی نیکیوں پر قائم ہیں اور جماعت کے ساتھ منسلک ہیں۔ پس اصل جنت یہ سکون ہے جو ان گھروں میں ہے۔‘‘

تو اگر کبھی کسی بھی وجہ سے دل میں بے سکونی یا بے چینی پیدا ہو تو محض ایک دن صبح اٹھنے سے لے کر رات سونے تک ہر ہر کام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے۔ رات تک آپ کے دل میں ایسا سکون و اطمینان پیدا ہو گا۔ خالق حقیقی سے سچی محبت پیدا ہو گی اور بے جا وسوسے پریشان نہیں کریں گے۔ دوسروں کے محل کی بجائے اپنی جھونپڑی بھی اچھی لگنے لگے گی۔ اللہ کرے کہ ہم سب اس کی نعمتوں اور برکتوں کے شکر گزار بننے والے ہوں اور دنیا کی عارضی لذات کی چاہت اور اس کی ھَلۡ مِنۡ مَّزِیۡدٍ کی خواہش ہمارے دل میں کبھی پیدا نہ ہو۔ آمین یا رب العالمین۔

فہیم احمد

پہاڑ کیسے بنتے ہیں

پہاڑ کیسے بنتے ہیں

پہاڑ زمین کے سب سے اوپر والے حصے crust کی حرکت کی وجہ سے بنتے ہیں اور خود crust بہت بڑے ٹکروں سے مل کر بنی ہوتی ہے جسے tectonic plates کہتے ہیں جو ہر وقت حرکت میں ہیں۔ tectonic plates پگھلی ہوئی چٹانیں جسے magma کہتے ہیں پر تیر رہی ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک بھرے ہوئے پانی کے ٹب میں ایک کاغذ کا ٹکڑا۔ یہ plates مسلسل حرکت میں ہیں مگر ہمیں اس لیے محسوس نہیں ہوتی کیونکہ یہ عمل بہت آہستگی سے ہوتا ہے اور plates بہت زیادہ بڑی ہیں۔ یہ plates چونکہ مسلسل حرکت کرتی رہتی ہیں اس لیے پہاڑ بھی معرض وجود میں آتے رہتے ہیں مگر یہ عمل انتہائی آہستگی سے ہوتا ہے۔

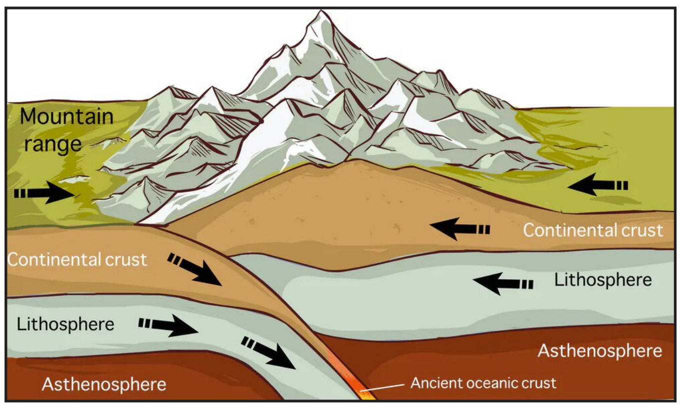

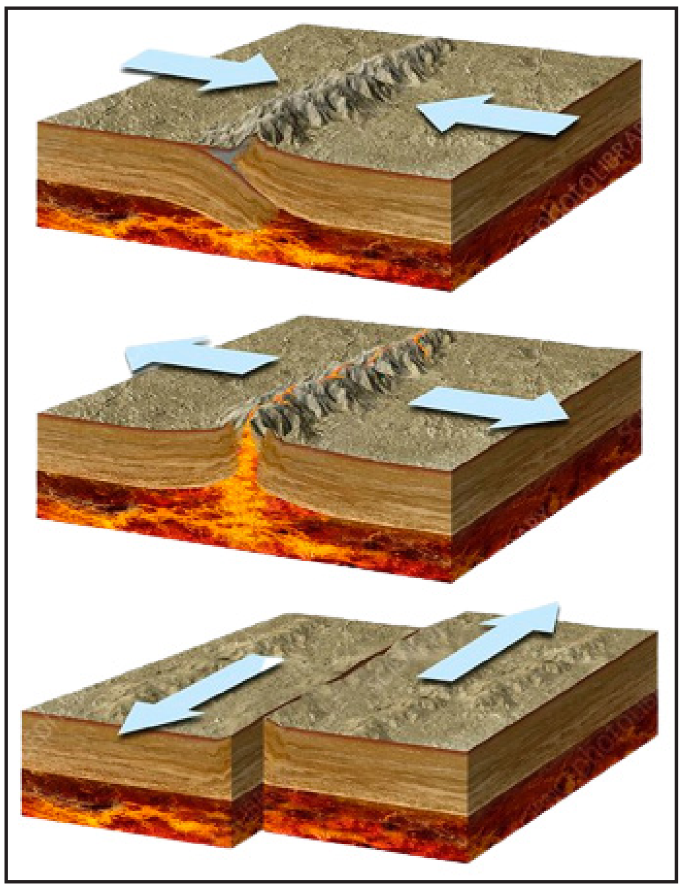

پہاڑوں کی اقسام

یہ tectonic plates مختلف سمتوں میں حرکت کرتی ہیں۔ یہ بنیادی طور پر تین سمتوں میں حرکت کرتی ہیں۔
ان کی سمت اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ کون سی قسم کا پہاڑ بننے جارہا ہے۔ پہاڑ 4 قسم کے ہوتے ہیں۔

1. Fold mountain
2. Volcano
3. Fault blocks
4. Dome

Volcano Mountains

یہ پہاڑ دو طریقوں سے بنتے ہیں:

*جب دو plates آپس میں جدا ہو رہی ہوں تو ان کے درمیان سے magma یعنی لاوا پھوٹ کر باہر آجاتا ہے اسے volcanic eruption کہتے ہیں۔ جب magma باہر آتا ہے تو دو قسم کے پہاڑ بنتے ہیں ایک cinder cone دوسرا shield mountain

1. Cinder Cone

جب لاوا پریشر سے باہر نکلتا ہے تو ایک زور دار دھاکہ ہوتا ہے اور زمین کے اندر سے پگھلی ہوئی چٹانیں اور راکھ باہر ہوا میں پھیل جاتی ہے۔ جب وہ راکھ نیچے گرتی ہے تو ٹھنڈی ہو کر دوبارہ سخت پتھروں کی صورت اختیار کر لیتی ہے اس لیے اس پہاڑ کا پھیلاؤ عام volcano سے زیادہ ہوتا ہے۔

مثالیں

1. Cerro Negro in Nicargua
2. The Taal Mountain in Philippines

2.Shield Mountain

جب زمین سے لاوا نکلتا ہے تو وہ دریا کی صورت میں بہنے لگتا ہے اور ہوا کے باعث ٹھنڈا ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح لاوے پر لاوے کی پرت چڑھتی رہتی ہے اور وہ ایک بلند پہاڑ بن جاتا ہے۔

مثالیں

1. Fukue-Jima of Japan
2. Sanbrini in Greece

نوٹ: جب ایک continental اور ایک oceanic plates آپس میں مل رہی ہوں تو چونکہ continental plate کی موٹائی oceanic plate سے زیادہ ہوتی ہے اس لیے جہاں یہ دونوں ملتی ہیں وہاں کم موٹائی والی plate زیادہ موٹائی والی plate کے نیچے دھنس جاتی ہے۔ اسکے نیچے دھنسنے کی وجہ سے magma میں پریشر پیدا ہوتا ہے اور وہ continental plate سے باہر آجاتا ہے۔ اس لیے بہت سارے volcano آپ کو وہاں ملیں گے جہاں یہ دو قسم کی plates آپس میں مل رہی ہوں۔

مثالیں

1. Mauna Loa in Hawaii
2. Pacific Ring of Fire

Fold Mountain

جہاں دو continental plates آپس میں مل رہی ہوں وہاں ان دونوں کے ایک دوسرے کو دھکیلنے کی وجہ سے ایک پریشر پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے plates آڑھی ٹیڑھی ہو جاتی ہیں مڑ جاتی ہیں اور ان

میں سلوٹیں پڑ جاتی ہیں جیسے کپڑے کو اکٹھا کرنے سے پڑتی ہیں۔ اس طرح ایک سینکڑوں میل لمبا پہاڑی سلسلہ وجود میں آتا ہے۔ اس قسم کے پہاڑ زمین پر سب سے زیادہ پائے جاتے ہیں۔

مثالیں

1. Andes Mountain of S.America
2. Himaliyan Mountain of Asia
3. Alps in Europe

Fault Block Mountain

جب plates حرکت کرتی ہیں تو ان میں چھوٹے چھوٹے فریکچر اور cracks پڑ جاتے ہیں۔ جب magma زور مارتا ہے تو جہاں دو cracks ہوتے ہیں تو magma درمیان سے دونوں cracks کو اوپر اٹھا دیتا ہے اسے Lifted Block کہتے ہیں۔

اور جب اس جگہ جہاں کریک ہو تو وہاں ایک حصہ بیٹھ جاتا ہے اور ایک بلند ہو جاتا ہے اسے Tilted Block کہتے ہیں۔

مثالیں

1. Sierra Nevadain
2. California Harz Mountain in Germany

Dome Mountain

جب magma زمین کے اوپر والے حصے crust کو اوپر دھکیلتا ہے اور باہر نکلنے یا لگنے سے پہلے ہی ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو ایک گنبد نما ابھار نظر آتا ہے اسے dome یعنی گنبد نما پہاڑ کہتے ہیں۔

مثالیں

1. Black Hill of S.Dakota
2. Adirondack Mountain of New York

قرآن مجید میں پہاڑوں کے متعلق پیشگوئیاں

پہاڑ حرکت کر رہے ہیں

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۹﴾

(نمل:89)

ایک جرمن سائنسدان Alfred Wegener نے 1915ء کے اپنے ایک آرٹیکل میں بتایا تھا کہ یہ سب براعظم پہلے ایک جگہ اکٹھے تھے مگر اس وقت کسی نے اس کی بات پر خاص توجہ نہ دی۔ اس کی وفات کے 50 سال بعد جب tectonic plate کا نظریہ سامنے آیا تب ماہر ارضیات کو یہ بات پتہ لگی کہ واقعی اس کی بات ٹھیک تھی اور آج سے 500 ملین سال پہلے سب خطے ایک جگہ جمع تھے۔ جسے انہوں نے Pangaea کا نام دیا۔

یہ الگ کیسے ہوا؟بعد کی ریسرچ نے یہ بات ثابت کہ زمین بہت سے ٹکڑوں سے مل کر بنی ہے جنہیں tectonic plates کہتے ہیں یہ ہر سال 4 سے 5 cm حرکت کرتی ہیں۔کچھ ایک دوسرے سے دور جارہی ہیں کچھ قریب آرہی ہیں۔قرآن نے جو لفظ ’تَمُرُّ‘ استعمال کیا ہے اسکے معنی Drift ہے اور سائنسدانوں نے بھی plates کی حرکت کو جو نام دیا ہے وہ ہے Continental Drift۔

لہٰذا قرآن کریم کی یہ بہت بڑی پیشگوئی ہے چونکہ اس وقت یہ سوچا نہیں جاسکتا تھا کہ پہاڑ حرکت کرسکتے ہیں مگر آج کی سائنس نے یہ بات ثابت کر دی ہے۔یہ قرآن کے سچے ہونے کی دلیل ہے۔

پہاڑ میخوں کا کام کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے

وَجَعَلۡنَا فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ اَنۡ تَمِیۡدَ بِہِمۡ ۪ وَجَعَلۡنَا فِیۡہَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۳۲﴾

(الانبیاء:32)

پہاڑ ہماری زمین پر کیل کی طرح کام کرتے ہیں۔جیسے کیل ایک چیز کو مضبوطی سے تھام لیتے ہیں اسی طرح پہاڑوں کا بھی یہی کام ہے کہ زمین کو شدید زلزلوں سے بچاتے ہیں اگر پہاڑ نہ ہوں تو زمین جیسے حرکت کر رہی ہے اس پر کوئی چیز نہ بچے۔

آج کی سائنس نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ایک پہاڑ ہمیں جتنا زمین کے اوپر نظر آتا ہے اس سے 10 سے 15 گنا زیادہ زمین کے اندر ہوتا ہے جیسا کہ ماؤنٹ ایوریسٹ 9km زمین کے اوپر ہے اور 125km زمین کے اندر ہے۔

رنگ برنگ پہاڑ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِہٖ ثَمَرٰتٍ مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُہَا ؕ وَمِنَ الۡجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیۡضٌ وَّحُمۡرٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُہَا وَغَرَابِیۡبُ سُوۡدٌ ﴿۲۸﴾

(فاطر:28)

یہ بھی قرآن کا بہت بڑا معجزہ ہے یہ بات ثابت کرتی ہے کہ قرآن نعوذباللہ انسانی کلام نہیں بلکہ عالم الغیب خدا کا کلام ہے۔

پیرو میں واقع ’’رینبو پہاڑ‘‘

اس آیت سے یہ پتہ لگا رنگ برنگ مختلف shades کے پہاڑ بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے تو سنگلاخ بیابان پہاڑیاں ہی دیکھی تھیں اس طرح کے رنگ برنگ پہاڑ آپ نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔اب جب آبادی وسیع ہوئی تو وہ رنگ برنگ پہاڑ دریافت ہوئے۔

رپورٹ:فؤاد احمد ناصر۔ ملائیشیا

نیشنل وقفِ نو ریفریشر کورس ملائیشیا

اللہ تعالیٰ کے فضل اور پیارے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دُعاؤں سے جماعت احمدیہ ملائیشیا کو نیشنل سطح پہ مورخہ 14 اگست 2022ء کو نیشنل شعبہ وقفِ نو کی جانب سے تمام سیکرٹریان وقفِ نو کا ریفریشر کورس منعقد کروانے کی توفیق ملی۔الحمد للہ

اس پروگرام کی تیاری کے لیے ایک ماہ قبل آغاز کر دیا گیا تھا جس کے لیے سب سے پہلے حضورِ انور ایدہُ اللہ تعالیٰ کی خدمتِ اقدس میں دُعائیہ خط بھجوایا گیا۔اس پروگرام کے لیے رضا کارانہ طور پہ واقفین نو بحیثیت معاون کی ٹیم کو تشکیل دیا گیا۔اس پروگرام کے شروع میں ایک میٹنگ کا انعقاد کیا گیا جس میں نیشنل سیکرٹری وقفِ نو ملائیشیا اور منتخب کردہ 2 واقفین نو معاون شامل ہوئے اور ریفریشر کورس سے متعلقہ تمام پروگرامز کے بارے میں اظہارِ رائے دینے کے بعد ایک بہترین ڈھانچہ میں تشکیل دیا گیا۔

جس میں پروگرام منعقد کروانے کے لیے مکرم ومحترم امیر صاحب ملائیشیا سے منظوری لی گئی۔اس کے بعد نیشنل وقفِ نو ملائیشیا کے آفس میں باقاعدگی کے ساتھ ریفریشر کورس کے لیے مرکزی لائحہ عمل بذریعہ کمپیوٹر سلائیڈ شو کیلئے ترتیب دیا گیا اور تمام سیکرٹریان کے لیے ایک سلائیڈ شو کی شکل میں وقفِ نو ریفریشر کورس سے متعلق تمام اہم معلومات کو بنایا گیا۔

اس کے علاوہ تمام سیکرٹریانِ وقفِ نو کے لیے ایک فائل کو بھی ترتیب دیا گیا جس میں خلفاء کی دی گئی تمام ہدایات اور نصائح سب شامل تھے۔اس کے علاوہ انگلش اور اُردو میں تمام واقفین نو کے سلیبس کو کتاب کی شکل میں تیار کیا گیا۔جن میں انگلش کی زبان میں 3 سلیبس اور اُردو کی زبان میں 1 سلیبس تیار کیا گیا جو کہ ریفریشر کورس کے دوران شامل ہونے والے تمام سیکرٹریان کو فراہم کی گیا۔الحمد للہ اس پروگرام کی مکمل تیاری کے بعد مورخہ 14 اگست 2022ء بروز اتوار صبح 8 بجے باقاعدہ آغاز کیا گیا۔سب سے پہلے دُور سے آنے والے تمام شاملین سیکریٹریان کے لیے احمدیہ مشن ہاؤس بیت السلام میں رہائش اور طعام کا انتظام کیا گیا۔صبح 8 بجے ناشتہ کے بعد 9 بجے پروگرام کی کاروائی کا آغاز کیا گیا۔ریفریشر کورس کو 2 حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔پہلا حصہ صبح 9 بجے تا دوپہر 12.30 بجے کے دورانیہ کا تھا جبکہ دوسرے حصے کا دورانیہ دوپہر 2 بجے تا شام 4 بجے تھا۔سب سے پہلے آغاز تلاوت قرآنِ کریم سے کیا گیا اور پھر مکرم و محترم امیر صاحب ملائیشیا نے افتتاحی کلمات کے ساتھ دُعا کروائی۔جس کے بعد خلفاء کی طرف سے تمام سیکرٹریان اور والدین کے لیے بیان فرمودہ ہدایات اور نصائح پڑھے گئے۔اس کے بعد لائحہ عمل کو سلائیڈ شو کے ذریعہ دیکھا گیا۔پہلے حصہ کے اختتام پہ پروگرام سوال و جوابات مُنعقد کیا گیا جس میں تمام سیکرٹریانِ وقفِ نو سے سوال و جوابات کیساتھ وقفِ نو کے شعبہ کو بہترین طریقہ سے چلانے کے لیے اظہارِ رائے بھی لی گئی۔اس کے بعد پہلے سیکشن کے اختتام پہ طعام کا انتظام کیا گیا۔جس کے بعد نمازِ ظہر وعصر جمع کروائی گئیں۔نمازوں کی ادائیگی کے بعد 2 بجے دوسرے سیشن کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے کیا گیا۔اس کے بعد نظم اور پھر نیشنل سیکرٹری وقفِ نو کی طرف سے رپورٹ پیش کی گئی۔جس کے بعد مکرم ومحترم امیر صاحب ملائیشیا نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں چند نصائح بیان فرمائیں اور آخر پہ دُعائیہ کلمات کیساتھ دُعا کروائی گئی جس کے بعد اس پروگرام کو اختتام پذیر کیا گیا۔الحمد للہ

اس پروگرام میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملائیشیا کے 17 حلقہ جات کے سیکرٹریان اور نمائندگان اور 3 لجنہ اماء اللہ کے نمائندہ نے شمولیت اختیار کی۔جن میں مرد حضرات کی طرف سے کل 20 سیکرٹریان اور نمائندے شامل ہوئے۔یُوں اس پروگرام میں کُل حاضری 23 تھی (الحمد للہ)۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دُعاؤں سے پروگرام اپنے آغاز سے انجام تک نہایت نظم وضبط کے ساتھ اپنے اختتام تک پہنچا۔الحمد للہ

ابو عثمان

حکیم ضامن علی جلال لکھنوی

اصناف ادب میں اردو شاعری کی آبیاری اور اس کی ترویج میں دہلی کے بعد لکھنؤ کی زمین کو خاص مقام حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شعراء کی فہرست میں کئی معروف شعراء کا تعلق لکھنؤ سے تھا۔اردو شاعری میں غزل کو بعض مخصوص انداز اور روایات دلانے میں بھی شعرائے لکھنؤ کا خاص کردار ہے۔ چنانچہ شیخ امام بخش ناسخ جسے دبستانِ لکھنؤ کا بانی اور لکھنوی رنگِ سخن کا موجد سمجھا جاتا ہے اور خواجہ حیدر علی آتش کا تعلق بھی لکھنؤ سے تھا۔سلسلۂ ناسخ میں ایک نام حکیم ضامن علی جلال لکھنوی کا ہے جنہیں اصلاحِ زبان میں خاص شہرت حاصل تھی۔

اصلاحِ سخن کے لیے حضرت مصلح موعودؓ کا مولانا الطاف حسین حالی کو خط

شاعری کے میدان میں جلال لکھنوی کو حضرت مصلح موعودؓ کی شاعری پر اصلاح کا بھی اعزاز ملا۔ چنانچہ تاریخ احمدیت میں مذکور ہے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے شعر و سخن کی دنیا میں قدم رکھا تو آپ نے مولانا الطاف حسین صاحب حالی کو خط لکھا کہ میں شاعری میں آپ کا شاگرد بننا چاہتا ہوں اگر آپ منظور فرمائیں تو آپ کو اپنا کلام اصلاح کے لیے بھیج دیا کروں۔ کچھ دنوں کے بعد مولوی صاحب کا جواب آیا کہ

’’میاں صاحبزادے! اپنی قیمتی عمر کو اس فضول مشغلے میں ضائع نہ کرو یہ عمر تحصیل علم کی ہے۔ پس دل لگا کر علم حاصل کرو۔ جب بڑے ہوگے اور تحصیل علم کر چکو گے اور فراغت بھی میسر ہوگی اس وقت شاعری بھی کر لینا۔‘‘

جلال لکھنوی سے اصلاح سخن

مولانا حالی سے مندرجہ بالا جواب ملنے کے بعد آپ نے کسی اور استاد کی طرف رجوع کرنا چاہا۔ چنانچہ اس دور کے بکثرت اساتذہ میں سے تین حضرات بہت بلند پایہ اور عالمگیر شہرت رکھنے والے تھے۔ منشی مفتی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی، فصیح الملک نواب مرزا خان صاحب داغ دہلوی اور جناب سید ضامن علی صاحب جلال لکھنوی۔ مگر اول الذکر حضرات تو اس وقت وفات پا چکے تھے آخر الذکر ہی باقی تھے آپ نے اصلاح سخن کے لیے انہی کی طرف توجہ فرمائی۔

مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر فاضل انچارج شعبہ زود نویسی ربوہ کا بیان ہے کہ ’’حضور نے ایک مجلس میں ذکر فرمایا کہ بچپن میں جب میں نے شعر کہنے شروع کیے تو مجھے کسی نامور استاد کی تلاش ہوئی جس سے میں اصلاح لے سکوں۔ چنانچہ اس غرض کے لیے میں نے جلال لکھنوی کا انتخاب کیا اور خط و کتابت کے ذریعہ ہی ان سے اصلاح لیتا رہا۔حضور نے جلال لکھنوی کی بہت تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ وہ داغ سے بھی اچھے شعر کہتے ہیں۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 104 حواشی)

ابتدائی تعارف

حکیم سید ضامن علی جلال لکھنوی کا اصل نام ضامن علی جبکہ جلال تخلص تھا۔ 1834ء یا 1835ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حکیم اصغر علی داستان گو تھا۔ابتداً نواب آصف الدولہ کے مدرسہ میں تعلیم پائی۔ فارسی کی درسی کتابیں مکمل پڑھیں اور عربی میں بھی بقدر ضرورت استعداد پیدا کی۔عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھتے ہی تھے کہ شاعری کا شوق پیدا ہوا۔ اوّل امیر علی خان ہلالی کو اپنا کلام دکھاتے رہے۔ چونکہ طبیعت کو شاعری سے خاص لگاؤ تھا چند ہی روز میں کیا سے کیا ہوگئے۔ جب ہلالی نے ان کے کلام اور اپنی اصلاح کا اندازہ کر لیا تو خود انہیں لے جا کر والا جاہ میر علی اوسط رشک کا شاگرد کرا دیا جو لکھنو کے ایک معروف شاعر اور ناسخ کے شاگرد تھے۔ایک عرصہ تک ان سے اصلاح لیتے رہے۔ جب وہ کربلائے معلّیٰ چلے گئے تو یہ مرزا محمد رضا برق سے اصلاح لینے لگے۔

چونکہ آپ کا آبائی پیشہ طبابت تھا اس لیے اسے نظر انداز نہیں کیا اور کسبِ معاش کے لیے اسی سے وابستہ ہو گئے اور 1857ء میں لکھنؤ میں ہی ایک دواخانہ کھول لیا۔

اسی عرصے میں نواب یوسف علی خاں کو ان کی خبر ہوئی تو انہوں نے آپ کو رامپور بلا لیا جہاں ان کے والد داستان گو کے طور پر مقرر تھے۔نواب یوسف علی خاں کے بعد نواب کلب علی خاں مسند نشین ہوئے تو انہوں نے جلال لکھنوی کی قدر دانی کی اور تنخواہ سو روپیہ ماہوار مقرر کر دی۔اس زمانے کے کلام کا ایک انتخاب آپ نے امیر مینائی کے ’’تذکرۂ کاملان رامپور‘‘ کے لیے لکھا تھا۔بیس سال تک دربار رامپور سے تعلق رہا۔

بعد ازاں نواب حسین منگرول (کاٹھیاواڑ) کے دربار سے منسلک ہو گئے۔تھوڑا عرصہ تک وہاں قیام کیا لیکن ناموافقتِ آب و ہوا نے صحت پر بہت برا اثر ڈالا جس کی وجہ سے واپس لکھنؤ چلے آئے۔آخری عمر میں شعر و سخن اور اصلاح سخن کے علاوہ کوئی مشغلہ نہ تھا۔آپ کا انتقال 20 اکتوبر 1909ء میں ہوا اور 76 برس کی عمر پائی۔

جلال لکھنوی کو اپنی زبان، فن اور تحقیق پر بڑا ناز تھا۔اور فخریہ اظہار کرتے کہ وہ محاورہ غلط نہیں بولتے۔

ادبی خدمات

آپ کی ادبی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ چنانچہ آپ نے شاعری پر درج ذیل چار اردو دیوان لکھے۔

1۔شاہدِ شوخ طبع
2۔کرشمہ گاہِ سخن
3۔مضمون ہائے دلکش
4۔نظمِ نگاریں

دیگر خدمات

1۔اردو محاورات پر سرمایۂ زبانِ اردو
2۔فنِ تاریخ گوئی پر افادۂ تاریخ
3۔مفرد اور مرکب الفاظ کی تحقیق میں ’’منتخب القواعد‘‘
4۔اردو لغات پر مشتمل ’’تنقیح اللغات‘‘ اور ’’گلشنِ فیض‘‘
5۔فنِ عروض پر ’’دستور الفصحاء‘‘
6۔تحقیق تذکیر و تانیث پر ’’مفید الشعراء‘‘

کتاب سرمایہ زبان اردو جس میں محاورے اور کنایے اور اصطلاحیں اردو زبان کی بیان کی ہیں۔ رسالہ مفید الشعراء میں اسماء کی تذکیر و تانیث کی بحث ہے۔ جبکہ رسالہ قواعد المنتخب میں بعض مفرد اور مرکب لفظوں کی تحقیق دی گئی ہے۔

شعری نمونے

آپ کی شاعری سے کچھ منتخب کلام پیش ہے۔

غزل

وہ دل نصیب ہوا جس کو داغ بھی نہ ملا
ملا وہ غم کدہ جس میں چراغ بھی نہ ملا
گئی تھی کہہ کے میں لاتی ہوں زلفِ یار کی بُو
پھری تو بادِ صبا کا دماغ بھی نہ ملا
چراغ لے کے ارادہ تھا بخت کو ڈھونڈیں
شبِ فراق تھی کوئی چراغ بھی نہ ملا
جلاؔل باغِ جہاں میں وہ عندلیب ہیں ہم
چمن کو پھول ملے ہم کو داغ بھی نہ ملا

چند منتخب اشعار

تارے کسی افشاں کے تصور میں گنیں گے
لو مشغلہ اک ڈھونڈ لیا رات کے قابل

افشاں جو چنی رات کو اس مہ نے جبیں پر
بُرجوں سے تماشے کو ستارے نکل آئے

عدو کو خوش ہمیں ناشاد رکھنا
ذرا اے چرخ اس کو یاد رکھنا
کیا الفت نے جس کی ہم کو برباد
الٰہی تو اسے آباد رکھنا

آس باقی ابھی او دل کی لگی رہنے دے
قطع امید نہ کر اس سے لگی رہنے دے
نہ نکلا اس کو بھٹکنے دے یونہی اے غم خوار
عشق کی پھانس کلیجے میں چبھی رہنے دے

اک قدم جانا جنہیں دشوار تھا
شوق لے کر سینکڑوں منزل گیا

اک رات دل جلوں کو یہ عیش وصال دے
پھر چاہے آسمان جہنم میں ڈال دے

یاد آ کے تری ہجر میں سمجھائے گی کس کو
دل ہی نہیں سینہ میں تو بہلائے گی کس کو
دم کھنچتا ہے کیوں آج یہ رگ رگ سے ہمارا
کیا جانے ادھر دل کی کشش لائے گی کس کو
اٹھنے ہی نہیں دیتی ہے جب پاس بٹھا کر
پھر شوق کی ہمت کہیں لے جائے گی کس کو
مر جائیں گے بے موت غم ہجر کے مارے
آئے گی تو اب زندہ اجل پائے گی کس کو

(ماخوذ از ’’تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند جلد 2‘‘ ناشر پنجاب یونیورسٹی لاہور۔اردو غزل از ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا ناشر سنگت پبلشرز لاہور)

صفیہ بشیر سامی۔ لندن

محبت کے بیج

میری پیاری خالہ جی صادقہ

ماں یا ماسی کہنے سے مُنہ میٹھا ہو جاتا ہے اس سے اچھی کوئی مٹھائی نہیں ہوتی۔ اس سے لذیذ کوئی میٹھا نہیں ہے۔ آج میں اپنی ماسی کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے اپنی کچھ میٹھی یادیں لکھنے لگی ہوں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ آمین

میری خالہ جی صادقہ صاحبہ صحابی حضرت میاں فضل محمدؓ (ہرسیاں والے) کی دوسری بیوی مکرمہ صوباں بیگم کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ میری والدہ (مکرمہ حلیمہ) جب چار سال کی تھیں تو ہماری نانی جان حضرت برکت بی بیؓ وفات پا گئیں۔ ان کی رحلت کے کچھ سال بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خود تجویز کر کے ایک بیوہ خاتون مکرمہ صوباں بیگم سے جو اپنے تین چھوٹے بچوں کے ساتھ آپؓ کے گھر میں ہی مقیم تھی ہمارے نانا جی کا نکاح ثانی کروا دیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کے بطن سے دو بچے پیدا ہوئے ایک میری خالہ جی محترمہ صادقہ بیگم مرحومہ اور دوسرے میرے سب سے چھوٹے ماموں محترم عبد الحمید مرحوم۔

عام طور پر اس رشتے کو سوتیلا کہا جاتا ہے مگر سچ بتاؤں ہمارے خاندان میں سگے سوتیلے کا کوئی فرق نہیں تھا۔ خالہ جی اور ماموں حمید کبھی الگ نہیں لگے۔ بے مثال پیار اور عزت تھی۔ بڑے چھوٹے سب ایک دوسرے کی محبت کا دم بھرتے تھے۔ ہماری نانی اماں نے بڑے تدبر اور فراست سے سب اولاد کو یکجان رکھا۔ یہ صرف دعویٰ نہیں کچھ حالات و واقعات پیش ہیں۔

میری اُمی جان نے بتایا کہ ’’میں قریباً دس سال کی تھی کہ جب ہماری چھوٹی اماں صوباں بیگم صاحبہ ہمارے گھر دوسری ماں بن کر آئیں ان کے ساتھ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا بھی تھا ایک بیٹی سردار بیگم میری ہم عمر تھی مجھے خوشی ہوئی کہ ایک لڑکی آئی ہے جس کو میں اپنی سہیلی بنا سکتی ہوں اور پھر ایسے ہی ہوا۔ میں اپنی نئی ماں کو بے بے جی کہتی تھی۔ مجھے سگی سوتیلی کا کچھ علم نہیں تھا بس ماں ہے اور ماں کی طرح ہی اُنہوں نے ہمارے ساتھ سلوک رکھا سب سے پہلے اُنہوں نے ہمارے اندر محبت رواداری اور پیار کا بیج بویا۔ اور وہ بیج دن بدن بڑھنے لگا۔ کبھی کبھی مجھے یہ احساس ضرور ہوتا کہ بے بے جی جب بھی مجھے اور میری سہیلی سردار کو کوئی کھانے کی چیز یا جو بھی دیتیں برابر دیتیں لیکن کبھی وہ مجھے زیادہ دیتیں یا پہلے مجھے دیتیں لیکن کبھی سردار کے چہرے پر میں نے شکن نہیں دیکھی نا جانے بے بے جی نے اُس کو کیا سمجھایا ہوا تھا کہ کبھی بھی اُس کو میں نے اپنی ماں سے یہ کہتے نہیں سُنا کہ پہلے میں کیوں نہیں یا زیادہ مجھے کیوں نہیں؟

ہماری بے بے جی نے ہمارے دل جیت لئے ہم سب کو جیت لیا مجھ سے سب بڑے بہن بھائی جو زیادہ تر شادی شدہ تھے بہوئیں اور سب بیٹے ہماری بے بے جی کو ماں ہی مانتے اور محبت اور احترام میں کبھی کمی نہیں آنے دی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس نئی ماں سے دو بہن بھائی دیے بہن صادقہ جو مجھ سے گیارہ سال چھوٹی تھی اور اس سے چھوٹے بھائی عبد الحمید جن کو ہم پیار کرتے اور گودوں کھلاتے نہیں تھکتے تھے۔ وقت گزرتا گیا ہم ایک ساتھ پل بڑھ کر بڑے ہوگئے پہلے میری بہن سردار کی شادی ہوگئی وہ اپنے سُسرال چلی گئی۔ پھر میں بھی اپنے پیا کے گھر رخصت ہوگئی۔ غرض زندگیوں نے رُخ بدل لئے۔

یہ تو بہنوں کا پیار تھا اب میں اپنا اور اپنی خالہ کا پیار بتاتی ہوں۔ اُن کے ساتھ میری یادیں زیادہ تر ربوہ سے شروع ہوئیں کیونکہ ہم ربوہ میں اپنی خالہ جی سے بعد میں آ کر آباد ہوئے تھے۔ گھر دور نہیں تھے وہ تحریک جدید کے کوارٹر میں رہائش پذیر تھیں ہم ریلوے لائن کے اُس پار جامعہ احمدیہ کے بالکل سامنے دار البرکات میں رہتے تھے۔ خالہ جی کی شادی ایک واقفِ زندگی مکرم مولوی محمد شریف مرحوم کے ساتھ ہوئی تھی، جن کی آمدن بہت ہی محدود ہوتی ہے واقفِ زندگی کو کوارٹر کے علاوہ جو وظیفہ ملتا ہے اس میں صبر شکر کے ساتھ وقت گزارنا ہوتا ہے۔ میری خالہ جی اپنے خوشحال گھر کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی تھیں۔ فراخی کی عادی تھیں۔ تاہم والدین کی اچھی تربیت کی وجہ سے بغیر شکوہ شکایت کئے اپنے شوہر کے ساتھ خوشی سے زندگی گزارنے کی کوشش کرتی رہیں اور اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ اپنے شوہر اور گھر کی مشکلات کو کم کرنے کے لئے گھر بیٹھ کر چھوٹے موٹے کام شروع کر دیئے۔ جن میں سب سے زیادہ جو مجھے یاد ہے اپنی چھوٹی سی بیٹھک میں کھلے کپڑے کے تھان لے کر آتیں اور آس پاس کی عورتیں گھر سے ہی خرید کر لے جاتیں۔ کچھ نہ کچھ ضرورت پوری ہوجاتی۔ ماشاءاللہ سات بچے اور دو خود میاں بیوی نَو بندوں کا کفایت اور سادگی سے گزارا چلانا سلیقے کی بات تھی اس لحاظ سے میری خالہ جی نے بہت ہمت اور بہادری سے مشکل وقت کا مقابلہ کیا۔ اپنے شوہر کی مدد کی اور اپنے بچوں کو بہترین تربیت دی اور اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ خلافت کے ساتھ بے حد گہری وابستگی اور عشق تھا۔ دین کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ مہمان نواز، ہر دلعزیز شخصیت کی مالکہ تھیں۔ خاندان میں ہر شخص خالہ جی سے دلی عقیدت اور پیار کا گہرا رشتہ رکھتا تھا۔ اس لئے گھر میں ہر وقت مہمانوں کی آمد و رفت رہتی تھی۔

ہمارے خالو جی اپنے نام کی طرح بے حد شریف اور منکسر المزاج انسان تھے۔ بہت دعا گو عاجز کم گو اور ملنسار انسان تھے۔ سب سے پہلے اُن کی زبانی سنایا ہوا ایک واقعہ لکھ دیتی ہوں۔ وہ کہتے ہیں ’’کہیں بس میں سفر کر رہا تھا اور میں حسبِ عادت دعا اور درود شریف پڑھنے میں مصروف رہا کہ اچانک بس کو بہت بڑا جھٹکا لگا بس ایک طرف کو تقریباً گرنے کو ہی تھی کہ ڈرائیور نے نہ جانے کیسے بس کو سنبھال لیا بس میں سوار لوگوں نے چیخ و پکار شروع کر دی کچھ لوگ کہنے لگے بس میں ضرور کوئی اللہ کا نیک بندہ بیٹھا ہے جو آج ہم سب بچ گئے ہیں‘‘۔ کہتے ہیں کہ ’’چونکہ میں تو اپنی دعاؤں میں مصروف تھا اس لئے مجھے اس ہنگامے کا علم ہی نہیں ہوا ہاں بعد میں ضرور سوچا کہ یہ سب درود شریف پڑھنے کا نتیجہ ہوسکتا ہے‘‘۔

خالو جی 1973ء میں حج پر گئے احمدیت کی وجہ سے قید ہوگئے وہاں بھی اپنی دعاؤں کے طفیل تبلیغ کا حق ادا کرنے کے باوجود رہا ہو کر وطن واپس پہنچ گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

ہماری خالہ جی کے اس چھوٹے سے کوارٹر میں اتنی برکت تھی کے ہم خالہ جی کی محبت میں بھاگے جاتے تھے خالہ جی کا گھر اور ہمارا گھر ہم بچوں کے لئے پناہ گاہیں تھیں۔ ہم بہنوں کی آپس میں کوئی بات ہوئی یا اُمی جان سے ڈانٹ پڑی فوراً خالہ جی کے گھر بھاگ کر چلے گئے اور اسی طرح خالہ جی کے بچے بھی کوئی بات ہو فوراً ہمارے گھر اور یہ دونوں ماؤں یعنی خالہ جی اور میری اُمی جان کو علم ہوتا کہ اب کیا ہونے والا ہے کبھی روکا نہیں کہ مت جائیں جانتی تھیں کہ ان کے سکون کی یہی ایک جگہ ہے میری چھوٹی بہنیں عزیز اور بشریٰ مرحومہ۔ خالہ جی کی دونوں بیٹیوں صفیہ مرحومہ اور چھوٹی بیٹی رانی (عائشہ) گو چھوٹی تھی مگر یہ پکی سہیلیاں تھیں بہت زیادہ دوستی تھی اور میرا تو خالہ جی کے ساتھ ہی دُکھ سُکھ چلتا تھا بہت دفعہ ایسا ہوتا کہ گھر میں زیادہ کام ہے یا اُن کو کوئی ضرورت ہے تو میں ہمیشہ اُن کا بازو بنتی۔ میں ہی کیا خاندان کے جتنے بھی نوجوان لڑکے یا لڑکیاں سب کی راز دار ہماری خالہ جی ہی تھیں کیونکہ سب کے ہلکے پھلکے بے ضرر مسائل اور الجھنوں کا حل ہماری خالہ جی کے پاس ہی ہوتا تھا۔ رشتے ناطے کرانے میں بھی مدد کرتیں صرف خاندان ہی نہیں باہر کے لوگ بھی ہر مشورے کے لئے ان کے پاس آتے۔ لیکن میں اپنے خاندان کی بات ہی کروں گی۔ میرے بہت سارے کزن خالہ جی کی ہی عمر کے یا کچھ اُن سے چھوٹے تھے اس لئے چوبیس گھنٹے خالہ جی کا دروازہ سب کے لئے کھلا رہتا تھا۔ آپ ہم چاروں بہنوں اور بھائی کے رشتوں میں ہماری اُمی جان کے لئے سہارا اور فرشتہ بنی رہیں۔ میرے جیون ساتھی سامی صاحب (مرحوم) کا انتخاب بھی خالہ جی نے ہی کیا تھا۔ میری اُمی جان کی راز دار اور مددگار خالہ جی صادقہ ہی تھیں۔ پھر ہماری اُمی کی سہیلی اور بہن خالہ جی سردار نے بھی اپنی بیوگی کے بعد ربوہ میں اپنا گھر بنالیا۔ خالہ جی سردار بالکل ہمارے گھر کے پاس ہی رہتی تھیں اب ان کا یہ معمول تھا کہ دونوں بہنیں صبح ہی صبح سبزی گوشت کے لئے بازار جاتیں واپسی پر ہمارا گھر پہلے آتا تھا یہاں دونوں بیٹھ جاتیں آہستہ آہستہ باتیں کرتیں اور مسکراتی رہتیں۔ دونوں خالہ جی صادقہ کے پاس قریباً روزانہ ہی جاتیں ان تینوں کا بہناپا اور دوستی مثالی تھی۔ کئی دفعہ رات کو خالہ جی سردار کے بچے اور باقی کزن کیرم بورڈ کھیلنے کے لئے اکٹھے ہوتے۔ بہت ہی محبت بھرے دن تھے۔

لاہور میں ہماری بڑی خالہ جی صالحہ (مرحومہ) اپنے بچوں کے ساتھ بہت خوشحال زندگی گزار رہی تھیں لیکن جب بھی ربوہ آتے اور جلسہ سالانہ

پر تو خالہ جی صادقہ کے چھوٹے سے کوارٹر میں ہی رہائش رکھتے تھے۔ مالی مشکلات ہونے کے باوجود خالہ جی کا گھر سب کے لئے کھلا تھا اور پیار محبت سب کے لئے برابر تھی۔

پھر کئی عزیزوں کا پاکستان سے باہر جانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پہلے خالہ جی سردار کے بیٹے بشارت جمیل مرحوم امریکہ چلے گئے۔ پھر میرے چھوٹے ماموں عبدالحمید صاحب بھی امریکہ چلے گئے پھر اُن کی فیملی اور آہستہ آہستہ باقی فیملی کے لوگوں نے بھی امریکہ میں ڈیرے ڈال لئے یوں میری خالہ جی صادقہ اور اُن کی پوری فیملی بھی امریکہ کے شہری بن گئے۔ آہستہ آہستہ کشائش آتی گئی دشواریوں اور مشکلوں کے دور ختم ہو گئے بچوں نے ترقیاں کیں ایک بیٹا وسیم احمد ظفر ماشاء اللہ برازیل میں مشنری انچارج کے طور پر کام کر رہا ہے۔ ایک بیٹے کریم شریف صاحب P.H.D ہیں جو آجکل ہاسٹن کالج میں پڑھاتے ہیں اور بطور صدر جماعت خدمات کی توفیق پا رہے ہیں۔ اسی طرح دوسرے بچے بھی ماشاء اللہ اچھی پوسٹوں پر کام کر رہے ہیں۔ چھوٹی بیٹی عائشہ (رانی) جو اپنے ماموں زاد عبدالسلام سے بیاہی گئی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سب صاحب اولاد ہیں خوشحال ہیں اور سب دین کی خدمت سرانجام دیتے ہیں۔

خالہ جی بہت صابرہ و شاکرہ خاتون تھیں۔ اپنی بڑی بیٹی صفیہ کی اچانک وفات کا بہت بڑا صدمہ دیکھا اور بڑے صبر اور ہمت سے برداشت کیا جو سات بچے چھوڑ کر 1996ء میں 51 سال کی عمر میں وفات پا گئی تھی۔

جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ لندن تشریف لائے اور لندن کا جلسہ سالانہ ہی مرکزی جلسے کا رنگ اختیار کر گیا تو امریکہ سے ہمارے خاندان کے لوگ لندن آتے۔ میری اُمی جان کا دو بیڈ روم کا فلیٹ ان کا ٹھکانا ہوتا جس میں تمام مہمان سما جاتے۔ اللہ کا کرم ہے محبتوں میں کبھی کمی نہیں آئی بلکہ بڑھتی ہی رہیں۔

پھر عمریں بڑھتی رہیں اور اللہ کے گھر سے بلاوے آنے شروع ہو گئے۔

خالہ جی صادقہ سے میری آخری ملاقات امریکہ کے جلسہ 2010ء میں ہوئی اس کے بعد جب بھی فون پر بات ہوئی ایک ہی بات کہتیں صفیہ آ کر مل جاؤ اور میرا ہر بار یہی جواب ہوتا خالہ جی میں ضرور آؤں گی ان شاء اللہ۔ لیکن نہیں جا سکی۔ اکثر ویڈیو کال سے بات ہو جاتی میں بھی اب لمبے سفروں کے قابل نہیں رہی تھی۔ بس حسرتیں ہی باقی رہ گئی ہیں۔ ہاں میں یہ ضرور کہہ سکتی ہوں کہ ہماری نانی جان صوباں صاحبہ نے جو محبت کے بیج میری اُمی جان اور اُن کے سب بہن بھائیوں کے دلوں میں بوئے تھے وہ خوبصورت درخت کی مانند بنے اور اُس درخت کو محبتوں اور پیار کے بے شمار خوبصورت پھل اور پھول لگے ہیں۔ کبھی زندگی بھر نہیں لگا کہ ماموں جان حمید اور خالہ جی صادقہ اُمی جان کے دوسری ماں سے بچے تھے۔ ہماری فیملی میں سب نے سب سے زیادہ ان کو ہی پیار کیا ہے اور ان سے ہی پیار پایا ہے۔ خالہ جی کی یہ عادت کہ وہ جس بہن بھائی یا بھانجی یا جس بھی رشتے کا ذکر کرنا ہوتا ہمیشہ میری بہن کی یہ بات یا میرے بھائی کی وہ بات غرض ہر رشتے کو میری سے ہی شروع کرتیں۔ جس سے پیار میں اور شدت آ جاتی۔ باقی ہمارے ماموں اور خالائیں سب بڑے تھے اُن کی عزت احترام بہت تھا مگر خالہ جی صادقہ اور ماموں حمید کی طرح بے تکلفی نہیں تھی۔

میری خالہ صادقہ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کی بیٹی تھیں بڑے بھائی مکرم مولانا ابوالبشارت عبدالغفور بھی صحابی اور مبلغ سلسلہ تھے ایک بھائی مکرم صالح محمد بھی مبلغ سلسلہ تھے ایک بھائی مکرم عبدالرحیم دیانت درویش قادیان تھے۔ ایک واقف زندگی کی بیگم تھیں اور ایک واقف زندگی مکرم وسیم احمد ظفر (صدر و مشنری انچارج برازیل) کی والدہ تھیں۔ انہوں نے واقف زندگی شوہر کے ساتھ ایک واقفہ زندگی کی طرح اپنی زندگی گزاری۔ آپ صوم صلوٰۃ کی پابند تھیں۔ آپ نے بے شمار بچوں کو قرآن کریم پڑھایا۔ تبلیغ کا بے حد شوق تھا۔ اُن کے بچوں نے بتایا ہے کہ آخری سالوں میں گورنمنٹ کی طرف سے جو عورتیں آپ کی دیکھ بھال کے لئے آتیں اُن کو تبلیغ کرتی رہتی تھیں۔ کبھی اُن سے کوئی دینی مضمون پڑھواتیں کبھی اُن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دکھاتیں اور بتاتیں کہ دیکھو یہ مسیح موعود ہیں جو آ چکے ہیں۔

بیوگی کے 21 سال اپنے بیٹے نعیم احمد کے ساتھ بہت بہادری اور ہمت و حوصلہ سے گزارے۔ نعیم احمد اور اس کی بیگم فوزیہ اور بیٹی بارعہ احمد، بیٹا فرحان احمد، بیٹی عفیفہ احمد اس ساری فیملی نے جی بھر کے خالہ جی کی خدمت کی اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ سب ہی بیٹے ماں کی خدمت کے لئے حاضر رہتے تھے مگر کریم شریف ہاسٹن سے اکثر اپنی ماں کی خدمت کے لئے حاضر رہا اور آخری دنوں میں ہر پل ماں کے سرہانے خدمت میں لگا رہا۔ اللہ پاک سب کی خدمت قبول فرمائے۔ آمین

20 جون 2022ء کو میری ماسی 98 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ آپ موصیہ تھیں آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔ میت کے ساتھ اُن کے بیٹے بہو اور پوتے پوتیاں ساتھ پاکستان گئے۔

میں اپنی پیاری خالہ جی کے لئے جتنا بھی لکھوں اُن کی شخصیت، مقام، پیار اور محبت کو اپنے لفظوں سے بیان نہیں کر پاؤں گی۔ خالہ جی کے لئے دو لفظوں کی کہانی ہی کافی ہے کہ ”میری خالہ جی خوش نصیب ماں تھی جس نے ایسے فرمانبردار اور قابل بچے پیدا کئے اور بہت خوش نصیب بچے ہیں جن کو ایسی خوش نصیب ماں ملی“۔ آپ نے اپنے میکے اور سسرال والوں کے دل جیت کر محبت اور پیار کی لَو جلائی۔ اُن کے بچوں نے اپنی ماں کی خدمت کر کے دنیا میں ہی جنت کما لی۔ اللہ تعالیٰ میری خالہ جی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے سب آل اولاد پسماندگان کو ان کی خدمت کی جزائے خیر دے اور جو محبتوں کے بیج بڑوں نے بوئے ہیں اُن سے مزید خوشبودار پھل پھول پنپتے رہیں۔

ہمیشہ پیاری یادوں محبتوں کے ساتھ اُن کی یاد دل میں رہے گی۔ اللہ میری ماسی سے راضی ہو اُن کی دعائیں اور پیار قبول فرمائے۔

آمین اللّٰھم آمین

بقیہ: ریجنل جلسہ جماعت کمپالا ریجن، یوگنڈا ...... از صفحہ 14

کیلئے تمام باہمی اختلافات کو پس پشت ڈالتے ہوئے باہمی تعاون کے ساتھ کوششوں کی ضرورت ہے۔ اور اس سلسلہ میں جماعت کی کوششوں کو سراہا جو تمام مکتبہ ہائے فکر کو اس مقصد کیلئے یکجا کرنے کیلئے کوشاں ہے۔

چوتھے مہمان مقرر مکرم جلال الدین لوانگا صاحب تھے جو کہ شیعہ کمیونٹی کے لیڈر ہیں۔ آپ نے بھی مسلمانوں میں بھائی چارہ اور یگانگت کو فروغ دینے، نیز آپس میں تحمل اور برداشت پر زور دیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے رسول کریم ﷺ کے دور میں مسجد میں بدوی شخص کے پیشاب کرنے کے واقعہ کا ذکر کیا کہ جب صحابہ کرامؓ اس موقعہ پر اس شخص کو مارنے کیلئے اٹھے تو رسول کریم ﷺ نے انہیں باز رہنے کی تلقین کی اور اس جگہ پر پانی بہا دینے کا ارشاد فرمایا۔

بعد ازاں ناصرات الاحمدیہ طالبات احمدیہ ہائی اسکول Wandegya نے حضرت محمد ﷺ کی مدح میں لکھا گیا حضرت مسیح موعودؑ کا عربی قصیدہ خوش الحانی سے پیش کیا۔

اس کے بعد مکرم فیصل Buyonje افسر جلسہ سالانہ یوگنڈا نے مختصر خطاب میں فرمایا کہ اگر دنیا میں امن قائم کرنا ہے تو انصاف کی فراہمی کو یقینی بنانا پڑے گا۔ دراصل یہی پیغام امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطابات کے ذریعے دنیا کی مختلف پارلیمنٹس میں دے رہے ہیں۔

آپ نے اپنے خطاب میں جماعت احمدیہ کے پہلے جلسہ کا ذکر کیا کہ کس طرح صرف 75 افراد شامل ہوئے تھے اور آج یہاں ایک ریجن کے جلسہ میں بڑی تعداد میں لوگ شامل ہو رہے ہیں۔ جو کچھ سالوں قبل سوچا بھی نہیں جا سکتا ہے۔ آپ نے جلسہ کیلئے آنے والے حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کی اچھے انداز میں مہمان نوازی پر زور دیا اور بتایا کہ اس کار خیر میں حصہ لینا بہت ہی برکات کا باعث ہے۔

آخر پر مکرم محمد علی کائرے امیر و مشنری انچارج جماعت احمدیہ یوگنڈا نے اپنے اختتامی خطاب میں تمام شاملین جلسہ، مہمانانِ گرامی اور آرگنائزرز کا شکریہ ادا کیا اور سب کیلئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ سب کو اس کا اجر دے۔ امیر صاحب نے ایک غلطی کا بھی ازالہ کیا جو بعض لوگوں میں پائی جاتی ہے کہ خدانخواستہ اللہ تعالیٰ اب صفتِ تکلّم سے محروم ہے اور اب کسی سے کلام نہیں کرسکتا (نعوذ باللہ)۔ آپ نے فرمایا کہ اس غلط عقیدہ کی وجہ سے لوگ اللہ پر کامل یقین اور ایمان سے بھی محروم ہو رہے ہیں۔

اس جلسہ میں احباب جماعت کے علاوہ بہت سے شیعہ وسنی افراد، پولیس فورس کے افراد، مختلف میڈیا ہاوسز بشمول نیشنل ٹیلی ویژن UBC TV کے لوگ بڑی تعداد میں شامل ہوئے۔ اللہ کے فضل سے جلسہ کی کل حاضری 1119 تھی۔

جلسہ کے موقعہ پر Blood Donation کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ خدا کے فضل سے افرادِ جماعت کو 80 یونٹس Blood Donate کرنے کی بھی توفیق ملی۔

جلسہ کے اختتام پر تمام مہمانانِ گرامی اور شاملین جلسہ کی کھانے سے تواضع کی گئی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ یہ جلسہ تمام شاملین جلسہ کیلئے بابرکت بنائے۔ آمین۔

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

رپورٹ: رمضان کا باگا ۔ مبلغ سلسلہ یوگنڈا

ریجنل جلسہ سالانہ کمپالا ریجن، یوگنڈا

خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کمپالا ریجن کو مورخہ 19 جون 2022ء احمدیہ مسلم ہائی اسکول کمپالا میں اپنا ریجنل جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ نمازِ ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد امیر و مشنری انچارج مکرم محمد علی کائرے نے مختلف شعبوں کے انتظامات کا معائنہ کیا۔

جلسہ کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ جس کا لوگنڈا اور انگریزی زبان میں ترجمہ پیش کیا گیا۔ بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا پاکیزہ منظوم کلام پیش کیا گیا۔ اس کے بعد مکرم آدم حمید Ssembajjwe صاحب نے حاضرین کے سامنے ”جماعت احمدیہ کا تعارف“ کے عنوان پر گزارشات پیش کیں۔ جس میں انہوں نے بتایا کہ احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ حضرت محمد ﷺ کی پیشگوئیوں کے عین مطابق حقیقی اسلام کی اشاعت کے لئے قائم جماعت ہے۔ جو اسلام کی حقیقی تعلیم لوگوں تک پہنچا رہی ہے۔

دوسری تقریر مکرم ذکی احمد Tamuzadde صاحب نے ”امن عالم کے قیام میں خلافتِ احمدیہ کا کردار“ کے عنوان سے پیش کی۔ مکرم ذکی احمد صاحب نے بیان فرمایا کہ ابتدائے اسلام سے حضرت محمد ﷺ کی کوشش اور خواہش رہی کہ معاشرے میں امن قائم ہو اس کے لئے دیگر کوششوں کے علاوہ آپ نے مختلف علاقوں کے سربراہان کو خطوط بھی لکھے۔ ان خطوط میں جہاں رسول کریم ﷺ نے ان سربراہان کو اسلام کی دعوت دی وہیں انہیں اپنے علاقوں میں امن کے قیام کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کی تلقین بھی فرمائی۔ اسی سنت کو جاری رکھتے ہوئے سربراہ جماعت احمدیہ حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مختلف ممالک اور ادیان کے سربراہان کو خطوط ارسال فرمائے اور اقوامِ عالم میں امن کے قیام کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے اپنی تقریر میں خطوط کے علاوہ خلیفہ وقت کی بیش بہا دیگر کوششوں کا ذکر فرمایا جو آپ امن کے قیام کے لئے راہنمائی فرما کر ادا کر رہے ہیں اور دنیا کو اسلام کی پرامن تعلیم بتا رہے ہیں۔

ان تقاریر کے بعد جلسہ پر مدعو مختلف مہمانانِ گرامی کو مختصر خطابات کا موقعہ دیا گیا۔ مہمانانِ گرامی نے جماعت احمدیہ کی امن عالم کے لئے کوششوں اور مقامی سطح پر بلا تفریق مذہب، رنگ ونسل مختلف مفادِ عامہ کیلئے جاری منصوبوں کو سراہا۔

Dr. Shafik Ssonko (Chairman Local Council III Makindye Division)

نے حضرت محمد ﷺ کی حدیث جس میں آنحضرت ﷺ نے حقیقی مسلمان کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے دیگر لوگ محفوظ رہتے ہیں پیش کی اور اس بات پر زور دیا کہ مسلمانوں کو آپس میں اور جس ماحول میں وہ رہتے ہیں باہمی اخوت اور امن کو فروغ دینا چاہئے۔

دوسرے مہمان

Mr. Busulwa Abdallah (Chairman local council I,Kansanga Cell)

تھے، آپ نے جماعت کے فلاحی کاموں خصوصاً بلا امتیاز مذہب، رنگ ونسل صاف پانی کی فراہمی کیلئے جاری منصوبوں کی تعریف کی۔

تیسرے مہمان Mr.Jawadi Mbogo (In charge Islamic Museum) تھے۔ یہ جماعت کے دیرینہ دوستوں میں سے ہیں اور اکثر جماعتی تقریبات میں شامل ہوتے ہیں۔ انہوں نے بھی تمام حاضرین کو تلقین کی کہ اسلام کی بہتری اور اشاعت بقیہ صفحہ 13 پر

ایک سبق آموز بات

جماعتی عہدے

جو کام تم اللہ تعالیٰ کی خاطر کر رہے ہو اس میں ہمیشہ خلوص نیت ہونا چاہئے۔ جماعتی عہدے جو تمہیں دیئے جاتے ہیں انہیں نیک نیتی کے ساتھ بجالاؤ۔ صرف عہدے رکھنے کی خواہش نہ کرو بلکہ اس خدمت کا جو حق ہے وہ ادا کرو۔ ایک تو خود اپنی پوری استعدادوں کے ساتھ اس خدمت کو سرانجام دو دوسرے اس عہدے کا صحیح استعمال بھی کرو۔ یہ نہ ہو کہ تمہارے عزیزوں اور رشتہ داروں کے لئے اور اصول ہوں اُن سے نرمی کا سلوک ہو اور غیروں سے مختلف سلوک ہوؤں پر تمام قواعد لاگو ہو رہے ہوں۔ ایسا کرنا بھی خیانت ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ روزنامہ الفضل 26 مئی 2004ء)

مرسلہ: محمد عمر تماپوری بھارت

طلوع وغروب آفتاب

15/ستمبر 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:51	18:24
مدینہ منورہ	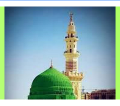	04:49	18:26
قادیان		04:50	18:35
ربوہ		04:30	18:15
اسلام آباد ٹلفورڈ	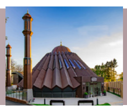	05:08	19:18

فقہی کارنر

(حضرت مسیح موعودؑ سے پوچھا گیا) اولو الامر سے کیا مراد ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ ہر ایک مولوی اولو الامر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ کوئی نہیں۔

جواب: اصل بات یہ ہے کہ اسلام میں اس طرح پر چلا آیا ہے کہ اسلام کے بادشاہ جن کے ہاتھ میں عنان حکومت ہے ان کی اطاعت کرنی چاہئے وہ بھی ایک قسم کی اولو الامر ہوتے ہیں لیکن اصل اولو الامر وہی ہوتے ہیں جن کی زندگی پاک ہوتی ہے اور بصیرت اور معرفت جن کو ملتی ہے اور خدا تعالیٰ سے امر پاتے ہیں یعنی مامور الٰہی۔

بادشاہوں کے پاس حکومت ہوتی ہے وہ انتظامی امور میں تو پورا دخل رکھتے ہیں لیکن دینی امور کے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ سچے اولو الامور وہی ہیں جن کے اتباع سے معروف کی آنکھ ملتی ہے اور انسان معصیت سے دور ہوتا ہے۔ ان دونوں باتوں کا لحاظ اولو الامور میں رکھو۔ اگر کوئی شخص بادشاہ وقت کی بغاوت کرے تو اس کے لئے اچھا نہیں ہوگا کیونکہ اس سے فتنہ پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ فتنہ کو پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح پر مامور کی مخالفت کرے تو سلب ایمان ہو جاتا ہے کیونکہ ان کی مخالفت سے لازم آتا ہے کہ مخالفت کرنے والا خدا تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے۔

(الحکم 17 اگست 1905ء صفحہ 6)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعۃ احمدیہ برطانیہ)